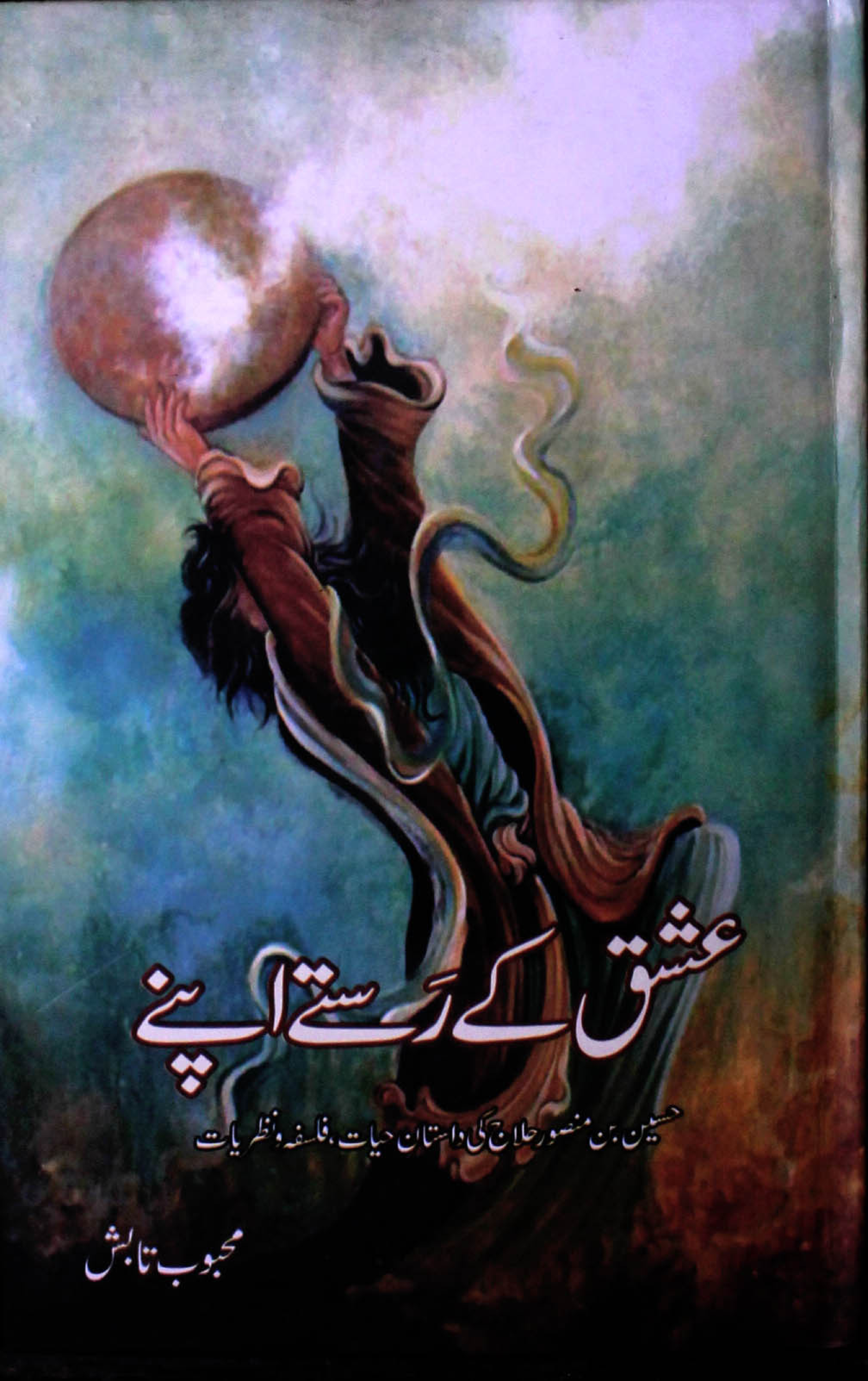
عشق کے رستے اپنے
حسین بن منصور حلاج کی داستان حیات، فلسفہ و نظریات
محبوب تابش

عشق کے رستے اپنے

حسین بن منصور حلاج کی داستانِ حیات، فلسفہ ونظریات

تحقیق وترتیب: محبوب تابش

فکشن ہاؤس

لاہور • حیدرآباد • کراچی •

Marfat.com

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

نام کتاب : عشق کے رستے اپنے

حسین بن منصور حلاج کی داستانِ حیات، فلسفہ ونظریات

تحقیق وترتیب : محبوب تابش

اہتمام : ظہور احمد خاں

پبلشرز : فکشن ہاؤس لاہور

کمپوزنگ : فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور

پرنٹرز : سید محمد شاہ پرنٹرز، لاہور

سرورق : ریاض ظہور

اشاعت : 2013ء

قیمت : -/200 روپے

تقسیم کنندہ:

فکشن ہاؤس: بک سٹریٹ 39- مزنگ روڈ لاہور، فون: 042-37249218-37237430

فکشن ہاؤس: 52,53 رابعہ سکوائر حیدر چوک حیدر آباد، فون: 022-2780608

فکشن ہاؤس: نوشین سنٹر، فرسٹ فلور دوکان نمبر 5 اردو بازار کراچی، فون: 021-32603056

فکشن ہاؤس

لاہور • حیدر آباد • کراچی

e-mail: fictionhouse2004@hotmail.com

Marfat.com

انتساب

تمام فرسودہ و بے ہودہ

مذہبی، سماجی اور اخلاقی

اقدار سے یکسر منحرف

ہونے والے جرأت مند اِنسانوں

کے نام!

Marfat.com

فہرست

☆امکان باقی رکھنے کی ضرورت ہے 7

فصل اول: (پہلا درشن)

1- ابتدائی حیات و تعلیم 19
2- اسلامی قلمرو سے باہر کے سفر 30
3- گرفتاری اور پہلے مقدمے کا سامنا 38
4- دوسرا مقدمہ اور ایامِ اسیری 41
5- قتلِ حلاج کا دلدوز سانحہ 68

فصل دوم: (دوسرا درشن)

6- حلاج مختلف مورخین کی نظر میں 79
7- حلاج صوفیاء کے نزدیک 97
8- ابن حلاج متاخرین صوفیاء کی نظر میں 116
9- تصانیفِ حلاج 124
10- حسین بن منصور حلاج کا قضیہ کفر و ایمان 127

Marfat.com

امکان باقی رکھنے کی ضرورت ہے

خدا معلوم یہ ابتلا و انتشار کتنے زمانوں سے ہر علم وفن کی تشریح و توضیح کے ساتھ کسی لاعلاج عارضہ کی صورت منسلک آ رہا ہے کہ ہم نے ہمیشہ ہر علم وفن کے متعلقات کی جانچ اور تجزیہ مفروضوں اور قیاسات کے ساتھ کیا۔ شاید اسی لئے ہمارے ہاں بہت سے فنون مکروہ، حرام اور نجس و ناپاک رہے اور کئی علوم ملحدانہ و مشرکانہ اور گمراہ کن قرار دیئے گئے۔ مذہب و عقیدہ سے لے کر تاریخ و سیاسیات تک ہر چیز کو اختصاصی تعبیرات کے ساتھ پیش کرنا تو ہماری رسمِ دیرینہ ہے۔ ہمارے ہاں لوگوں نے ابھی تک اس بات پہ سوچنا شروع ہی نہیں کیا کہ مختلف چیزوں کی حالت، ہیئت اور تعریف تمام زمانوں میں ایک سی ہی ہوتی اور ایک سی رہ بھی سکتی ہے کہ نہیں؟

اس سے پہلے کہ ہم منصور حلاج کی شخصیت پر کوئی بات کریں ہمیں تصوف کو جاننے اور سمجھنے کی حاجت ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ہمہ ّیت، ویدانت اور وحدت الوجود کے تصورات تک بھی رسائی کی کماحقہ ضرورت ہے تا کہ ہم اپنے مقدمہ میں بہت سے فکری مفاسد و خلجانات سے بچ سکیں۔

اُپنشدوں کی صورت رشیوں (عارفوں) کی جو تعلیمات، اقوال و ملفوظات ہم تک پہنچتے ہیں اُس کے مطابق اب تک یہ بات پایہ ثبوت تک جا پہنچی ہے کہ کسی بھی رشی نے کوئی باقاعدہ فلسفہ مدون و مرتب نہیں کیا۔ اُنہوں نے اپنے قلبی و روحانی تجربات کو سیدھے

Marfat.com

سادھے انداز میں سپردِ قلم کیا۔ اُن کی کئی صداقتیں اسلامی تعلیمات سے اشتراک رکھتی ہیں۔ جیسا کہ ''تاریخِ تصوف'' میں یوسف سلیم چشتی تحریر کرتے ہیں۔

برہمن (یعنی خدا) ایک ہے اور ہر اعتبار سے ایک ہے نہ تو کوئی اُس کا مدِ مقابل ہے، نہ شریک ہے، نہ اُس کی مثل ہے، نہ اُس کا ہمسر ہے۔(1)

یہ خالصتاً قرآنی توحید سے ملتا ہوا نظریہ ہے جو سورۃ الاخلاص میں پیش کیا گیا ہے۔ شری شنکر اچاریہ وہ پہلا آدمی ہے جس نے رشیوں کے اُپنشدوں کو ایک باقاعدہ فلسفیانہ فکر میں مربوط کرتے ہوئے پیش کیا۔ شنکر اچاریہ کے فلسفہ ویدانت کی مختصر اور جامع ترین صورت یہ ہے کہ

نظریہ ہمہ اوست کے مطابق صرف حق تعالیٰ ہی حقیقی معنوں میں موجود ہے۔ ممکنات کا وجود وہمی ہے۔ مثلِ دائرہ کہ شعلہ جوالہ کی گردشِ سریع سے پیدا ہو جاتا ہے۔ نظر تو آتا ہے مگر دراصل موجود نہیں ہے، دراصل صرف شعلہ موجود ہے۔(2)

ہمیں بیشتر وحدت الوجودی مسلمان صوفیاء میں یہ فکر رائج نظر آتی ہے۔ جس کی بنیاد واضح لفظوں میں ابن العربی نے رکھی۔ مگر تصوف مخالفین کو ابن العربی جیسے لوگوں کی یہ دوراندیشی یا عقل پسندی ایک آنکھ بھی نہیں بھائی۔ حُسین امیر فرہاد نامی شخص اپنی ایک تصوف مخالف مختصر کتاب ''تصوف کا ایک تاریک ترین غار'' میں لکھتے ہیں۔

بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کے لئے رسول اللہ تشریف لائے۔ اُن پر اللہ کی طرف سے ہدایات نازل ہوئیں۔ ان ہدایات کی حفاظت کا اللہ نے ذمہ لیا، اللہ نے کہا کہ ان ہدایات میں ردوبدل ممکن نہیں اور یہ کہ دین مکمل ہو گیا۔ اس میں کوئی کمی نہ رہی، مگر

Marfat.com

نعوذ باللہ ابن عربی اور منصور حلاج نے کمی کا سراغ لگا ہی لیا وہ کمی تھی تصوف کی۔(3)

مخالفین کا اعتراض یہ بھی ہے کہ رسول پاکؐ کے دور میں تصوف کا نام تک نہیں تھا یہ تو 150ھ میں پہلی بار سامنے آیا۔ مگر یہی لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ رسالتمابؐ کے زمانے میں فقہ، تفسیر اور حدیث کا نام تھا۔ جبکہ یہ سب علوم آج نہ خالی رائج ہیں بلکہ سِکہ بند اسلامی گردانے جاتے ہیں۔ جس طرح ان علوم کے حق میں دلائل و توضیحات ہیں۔ اسی طرح تصوف بھی اپنے دامن میں اپنے دفاع کے لئے بہت کچھ رکھتا ہے۔ ضرورت حوصلے اور رواداری کی ہے۔ بہت سی باتیں روشن ہو سکتی ہیں۔ ہمارے ہاں ابھی تک یہ جاننے اور ماننے کی سنجیدہ کوشش ہی نہیں ہوئی (اُن طبقات میں جو تصوف مخالف ہیں) کہ تصوف ایک فلسفے کے ساتھ ساتھ ایک روّیہ ہے جو انسانی ذات اور اُس کی باطنی کیفیات کے وسیلے سے اظہار پاتا ہے۔ جب ہم میں سے کوئی بھی کسی خاص رُجحان اور فکر کا حامل انسان ہو گا تو اُس کی تمام تر تعبیرات اُسی مخصوص نقطہ نظر سے ہوں گی۔ وید اور ویدانت (اُپنشد) جن کی قدامت کم و بیش پانچ سے سات ہزار سالوں پر محیط ہے۔ ہم سے کسی تعصب نہیں بلکہ انصاف کے متقاضی ہیں۔ اسی طرح سرّیت جو تصرف کی روح ہے اُس کا ایک پہلو خالصتاً فلسفیانہ ہے اور ایک مذہبی۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرّیت عام فہم لفظوں میں وحدت الوجود جیسی نہیں بلکہ اُس سے مختلف ہے۔ اتحاد (یعنی خدا کی ذات کے ساتھ ایک ہو جانا) سے حقیقت میں تو مذہبی نظریے کو طاقت ملتی ہے۔ کیونکہ یہ کسی بھی انسان کے ارادے کی مکمل سپردگی کا اظہار ہے۔ جس میں "بندے کی تمام زندگی کی اخلاقی یک سوئی انفعالی تجربے کی صورت گم ہو جاتی ہے۔ یہ انفعالی تجربہ کچھ اس طرح کا ہے جو کبھی پیدا ہوتا ہے اور کبھی فنا ہو جاتا ہے۔"

ہماری اس بحث کے دو بنیادی پہلو ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے باہم مربوط

Marfat.com

ہیں۔ پہلا ذاتِ خداوندی سے اتحاد واتصال کا ہے اور دوسرا تجربے کی وہ عارضی کیفیت ہے جو کبھی پیدا ہوتی ہے اور کبھی مٹ جاتی ہے۔ جہاں تک اتصال (جس کا مطلب حضرت شاہ محمد ذوقی سرّ دلبراں میں، جملہ اعتبارات کا ذات احدیت میں گم ہو جانا، بندے کا حق تعالیٰ کو اپنے سے متصل پانا۔ نفس رحمانی کا علی الادام بلا انقطاع اپنے سے اتصال پانا لکھا ہے) کی بات ہے صوفیاء کرام نے ہمیشہ اس کا (یعنی حلول واتحاد) کا انکار کیا ہے۔ بلکہ جو لوگ اس امر کو درست مانتے ہیں یہ اُنہیں سالک ماننے سے ہی انکاری ہیں۔ منصور حلاج (جس مظلوم ومقہور پر) یہ الزام سب سے زیادہ ہے وہ حلول بارے کیا کہتے ہیں، تاریخ تصوف میں یوسف سلیم چشتی نے اُسے یوں نقل کیا ہے۔

> احمد بن فاتک نے کہا ہے کہ حلاج نے مجھ سے کہا کہ جس نے یہ گمان کیا کہ الوہیت بشریت کے ساتھ یا بشریت الوہیت کے ساتھ ممزوج (ملی ہوئی) ہوسکتی ہے تو اس نے کلمہ کفر کہا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے خلق کی ذوات اور صفات سے منفرد ہے۔ کسی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور خلق کی ذوات میں مشابہت نہیں ہے۔ قدیم اور محدث میں مشابہت ہو بھی کیسے؟ اور جس نے یہ غلط خیال کیا کہ باری تعالیٰ کسی مکان میں ہے یا کسی مکان سے متصل ہے یا کسی مکان کے اوپر ہے یا کسی ضمیر (قلب) میں متصور ہوسکتا ہے یا اوہام میں متخیل ہوسکتا ہے یا کسی نعت یا صفت کے تحت داخل ہوسکتا ہے تو وہ مشرک ہے۔ (4)

اسی طرح آپ کو ''سّر دلبراں'' میں بھی حلول واتحاد کی جو تعریف ملتی ہے۔ وہ مذکورہ بالا تصور سے مختلف نہیں صفحہ نمبر 182 پر جو 2005ء کا مطبوعہ ہے یہ رقم ہے کہ اس میں دو وجود کا ہونا لازمی ہے چونکہ وجود، دراصل ایک ہی ہے اس لئے حلول واتحاد میں توحید محال

Marfat.com

ہے اور موحد پر حلولی یا اتحادی ہونے کی تہمت لگانا سراسر لغو اور ظلم ہے۔'' اس لئے تصوف میں اتصال واتحاد کی جو تشریحات مولانا ظفر علی خاں، حسین امیر فرہاد اور اُن کے مکتب فکر کے لوگوں نے کی ہیں وہ مبنی بر انصاف نہیں۔ اس کی مزید تصدیق کے لئے ہم سِرّ دلبراں میں موجود اتصال کا مفہوم بھی یہاں لکھے دیتے ہیں۔

جملہ اعتبارات کا ذات احدیت میں گم ہو جانا۔ مشاہدہ معیتِ حق، بندے کا حق تعالیٰ کو اپنے سے متصل پانا۔ نفس رحمانی کا علی الادام بلا انقطاع اپنے سے اتصال پانا۔ (5)

پروفیسر لطف کے بقول یہ ایسی کیفیت بھی نہیں جسے جو چاہے حاصل کر لے بلکہ یہ ''مقام'' توفیق الٰہی سے عطا ہوتا ہے۔ یہی بات بھی تصوف کے متعلق ایڈورڈ کارپینٹر نے بھی کہی تھی کہ تصوف ہماری ایسی حالت کا نام ہے جب انسان کی تمام حسیں یکجا ہو کے ایک حِس کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ منصور حلاج کے اشعار میں اس کیفیت کا اظہار اِسی معنویت میں متعدد جگہوں پہ مل جاتا ہے۔ ابن حلاج کو پڑھنے والوں سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس حقیقت کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیں کہ کسی بھی فکری وعلمی مسئلہ پر چاہے وہ مذہبی ہو یا فلسفیانہ تمام اہلِ دانش کا اُس پہ کلی طور پر متفق ہونا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ اس اختلاف کی ویسے تو کئی وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن اس کا ایک بڑا سبب اپنی بات کہنے والے کے پیشِ نظر یہ بھی ہوتا ہے کہ اُس کے خیالات وافکار بعض اوقات تو مکمل روشن اور بعض اوقات مبہم اور نہایت پیچیدہ ہوتے ہیں۔ جو ابلاغ میں ایک خلا پیدا کر دیتے ہیں۔ شاید مولانا ظفر علیٰ خان نے حلاج پر جو کفریہ الزامات لگائے ہیں اُن کی وجہ بھی کچھ ایسی ہی ہو۔

حسین بن منصور حلاج سمیت تصوف، وحدت الوجود اور حلول و اتحاد کو مذہبی معاملات سے بڑھ کر اُن سیاسی حالات وتناظر میں دیکھنے کی بھی شدید ضرورت ہے جن کی بدولت تصوف نے عدالتی مقبولیت (بطورِ خاص مسلمان معاشرے میں) حاصل کی۔ اِس

Marfat.com

ضمن میں ہم یہاں پروفیسر لطف اللہ خاں کی اہم ترین تصنیف ''تصوف و بریت'' کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں جو انہوں نے ڈاکٹر محمد حسن کے مقالے ''اردو ادب پر تصوف کے اثرات'' سے لیا ہے۔

> تصوف کی طبقہ داری بنیادی اب کسی حد تک واضح ہونے لگی تھیں۔ حکومت کے استحکام اور جاگیردارانہ نظام کے قیام نے اسلامی برادری میں بھی متمول اور نادار لوگ پیدا کر دیئے تھے۔ یزید کے بعد سے (لیکن ہماری سمجھ کے مطابق امیر معاویہ کے دور سے) حکومت وراثت میں ملنے لگی تھی اور اسلامی تعلیمات کے جمہوری عناصر ایشیائی شہنشاہیت کے دستور کی نذر ہو رہے تھے۔ ایسی صورت میں اس نئے اور اُبھرتے ہوئے دست کار طبقے کی بے اطمینانی کے وجوہ ظاہر ہیں جو محنت کرنے کے باوجود اپنے کو سماج سے کم تر درجے پہ محسوس کرتا تھا۔
>
> وحدت الوجود کا فلسفہ مساوات تک پہنچاتا تھا، اس منزل میں پیدائش اور وراثت مال و دولت، عرب اور غیر عرب، ملکی اور غیر ملکی حتیٰ کہ مجوسی النسل اور خالص بدوی کے امتیازات بھی ختم ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کی صفوں میں زیادہ تر متوسط طبقے کے افراد کی کثرت نظر آتی ہے یا پھر غیر علماء کی۔ منصور حلاج یعنی بڑھئی کہلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی اہم ہے کہ صوفیاء درباروں کی بجائے جمہور سے قریب تر رہے جبکہ علمائے شریعت دربار سے منسلک رہے۔(6)

اگرچہ خود پروفیسر لطف اللہ سمیت کئی ایک لوگوں کو ڈاکٹر صاحب کی اس تحقیق پر

Marfat.com

تحفظات ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے اس اہم مسئلے پر تاریخ کے مادی تصور کو چسپاں کر دیا۔ حالانکہ ہمارے نزدیک یہ سچائی پھر بھی باقی رہتی ہے کہ ہر طرح کے روحانی اور مذہبی اُمور و معاملات کی بھی کوئی نہ کوئی مادی علت ضرور ہوتی ہے۔ البتہ یہ ایک فکری بحث ہے کہ یہ علت کس حد تک واضح اور بلاواسطہ یا بالواسطہ ہوتی ہے۔

کیا منصور حلاج کی فکر اور عباسیوں کے ظالمانہ محاصل (ٹیکس اور مالیات) اور پھر حلاج کی عوامی مقبولیت میں حامد بن عباس اور اُس کے حامیوں کا اپنی ظالمانہ کارروائیوں کو باقی نہ رکھ سکنے کا خوف جو اُنہیں حلاج کے اقدامِ قتل تک لے جاتا ہے کو ایک دوسرے سے جُدا کر کے دیکھا جا سکتا ہے۔

جب منصور یا کوئی صوفی یہ کہتا ہے (جو وحدت الوجود کے قائل ہیں) کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔ یعنی جو اشیاء کو عین حق تعالیٰ جانتے ہیں۔ اُن کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ اشیاء اللہ رب العزت کے ساتھ ایک ہو گئی ہیں۔ یا یہ کہ تنزیہ (ذات حق تعالیٰ کا صفاتِ نقص یا صفات ممکنات سے پاک و منزہ ہونا) بدل کر تشبیہ ہو گئی ہے اور واجب ممکن ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ سب زندقہ والحاد ہے۔ ہمہ اوست یا وحدت الوجود کے معنی تو یہ ہیں کہ اشیاء نہیں ہیں بلکہ موجود صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ منصور نے جو انا الحق کہا اُس کی بھی یہ مُراد ہرگز نہ تھی جو ہمارے ہاں لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ میں ہی حق ہوں یا رب العزت کے ساتھ متحد ہوں۔ اُن کے قول کے معنی تو یہ تھے کہ میں ہوں ہی نہیں صرف اللہ تعالیٰ موجود ہیں۔ اس کا سادہ سا مطلب یہ ہے کہ صوفیاء کرام اشیاء کو حق نہیں حق کے ظہورات جانتے و مانتے ہیں۔

صوفیاء کی گفتگو، شاعری اور اقوال و ملفوظات میں کفر و اسلام یا رندی و خمریات اور عشق و حسن سے متعلق الفاظ و علامات کا استعمال کن معنوں میں ہوتا ہے یہاں مولانا الطاف حسین حالی کی معروف کتاب مقدمہ شعر و شاعری کی ایک سطر پیش کرنا چاہوں گا ''بعض

Marfat.com

صوفی شاعر جب کفر رندی اور شراب کی باتیں کرتے ہیں تو اُن کا اصل مقصد وہ نہیں ہوتا جو قاری بادی النظر میں لیتا ہے'' مولانا شبلی جیسے اہل نظر کو وحدت الوجود کے باب میں یہ کہتے بنی کہ وحدت الوجود کا مسئلہ اس قدر مشکل ہے کہ اس کی تعبیر سخت مشکل ہے۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی اور غلام یحییٰ نے جو رسائل اس موضوع پر لکھے وہ بھی ہمارے سامنے ہیں مگر ہم اُن کو سمجھنے سے عاجز ہیں۔

البتہ یہ بات دلچسپ ہے کہ مولانا شبلی نعمانی نے ان کو نہ سمجھنے کا اعتراف بھی کیا اور پھر وحدت الوجود پر اعتراضات بھی اُٹھائے یہاں سے علمی کجی اور عدم انصاف علمی کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی ناانصافی فارسی لغت نگاروں نے بھی تصوف کے لغوی معنیٰ بتاتے ہوئے برتی ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ وقت نہیں۔

مختصر یہ کہ طواسین اور حلاج کے دیوان کو پڑھنے سے قبل علمِ تصوف اور وحدت الوجود کا بسیط مطالعہ ضروری ہے تاکہ ہم کسی بھی طرح کی لغزش سے بچ سکیں۔ محمود شبستری کا یہ شعر مذکورہ بحث کی بہت سے گتھیوں کو سلجھانے کے آغاز کی طرف ایک اہم قدم ہوگا۔

روا باشد انا الحق از درختے

چرا نبود روا از نیک بختے

ترجمہ: جب ایک درخت کا انا الحق کہنا درست اور جائز ہے تو پھر ایک نیک بخت (یعنی منصور حلاج) کے لئے یہ ناجائز کیسے ہوا؟

محبوب تابش

مسلم کالج ملتان شریف

Marfat.com

حوالہ جات

1- تاریخ تصوف، ص29، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، دارالکتاب اُردو بازار لاہور، سن طباعت درج نہیں

2- تاریخ تصوف، ص30،31، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، دارالکتاب اُردو بازار لاہور، سن طباعت درج نہیں

3- تصوف کا تاریک ترین غار، ص23، حسین امیر فرہاد، پوسٹ بکس نمبر 81 کراچی، سن طباعت درج نہیں

4- تاریخ تصوف، ص281، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، دارالکتاب اُردو بازار لاہور، سن طباعت درج نہیں

5- سرِّ دلبراں، ص53، حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی، الفیصل ناشران لاہور، مطبوعہ 2005ء

6- تصوف و سرّیت، ص196،197، پروفیسر لطف اللہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، مطبوعہ 2005ء

Marfat.com

فصل اوّل

(پہلا درشن)

Marfat.com

ابتدائی حیات و تعلیم

حلاج کا حقیقی و مکمل نام ابوالمغیث الحسینؒ بن منصور بن محمی تھا۔ وہ 857ء میں ایران کے شہر البیضا کے شمال مشرق میں واقع طور نامی ایک مقام پر پیدا ہوئے اور 922ء میں انہیں بغداد میں سولی چڑھا دیا گیا۔ بوقت پیدائش اُن کا نام حسین رکھا گیا۔ اُن کے والد کا نام منصور تھا۔ حسین بن منصور کی شہرت اپنے حقیقی نام حسین کے بجائے باپ کے نام کی نسبت سے ہوئی اس لئے آج دُنیا اُسے منصور حلاج کے نام سے جانتی، کہتی اور پکارتی ہے۔

حسین بن منصورؒ کی پیدائش کے زمانے میں عباسی حکمرانوں کی حکومت کو قائم ہوئے تقریباً 112 برس ہو گئے تھے۔ حلاج کی زندگی میں 9 عباسی حکمران مسندِ شاہی پہ آئے۔ حلاج کے باپ نے اپنی نسبت کی خاطر بیضاوی اور بغدادی دونوں لاحقوں کو استعمال کیا۔ حسینؒ بن منصور حلاج پر کام کرنے والے مورخین و محققین بشمول معروف مستشرق محقق لوئی ماسینیوں کے، اُن کے دادا کو آتش پرست لکھا۔ اُن کے دادا کا نام محمی تھا۔ حلاج ابھی نو سال کے ہی تھے کہ اپنے باپ منصور کے ساتھ پارچہ بافی والے علاقوں کی طرف ہجرت کر گئے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ حسینؒ بن منصور کا باپ دُھنیا تھا۔ اُن کی ہجرت بیضا شہر سے نساجی کے علاقہ کی طرف تھی جو شوشتر سے واسط (دجلہ کے ساحل تک) تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ یہاں کے مقامی لوگوں کی زبان عربی تھی۔ اس لئے حلاج جو ابھی بچہ ہی تھا جلد ہی فارسی زبان بُھلا بیٹھا۔ شوشتر جس کا ایک تلفظ تُستر بھی ہے، یہ وہ مشہور علاقہ ہے جہاں ہر سال خانہ کعبہ کا

Marfat.com

غلاف تیار ہوا کرتا تھا اور واسط بھی اپنی خاص وجہ شہرت رکھتا تھا کیونکہ یہاں قرآن پاک کے قُرا ٔ کا مشہور مدرسہ تھا۔ مشہور فرانسیسی محقق لوئی ماسینیوں کے مترجم عبدالغفور رواں فرہادی کے مترجم ڈاکٹر صابر آفاقی لکھتے ہیں۔

> واسط کے باشندے غالی شیعوں کے ایک مختصر فرقہ کے علاوہ جو ارامی (نبطی) نسل کے دیہاتیوں کے پڑوس میں رہتا تھا باقی سبھی اہل سُنت اور حنبلی تھے۔ واسط میں ایک مشہور دارالحفاظ تھا جہاں بارہ سال کی عمر تک حلاج کی آمدورفت رہی۔ یہاں اُس نے قرآن حفظ کیا۔ پھر اُس نے جلد ہی قرآن کے رمزی معانی کو سمجھنے کا تہیہ کر لیا کیونکہ اُس نے اس حقیقت کو پا لیا تھا کہ صرف رمزی معنیٰ ہی بندے کو ذاتِ خداوندی کا عرفان عطا کر سکتا ہے۔(1)

کچھ مورخین نے حلاج کے شجرے کو ایک صحابی ابو تُراب ؓ سے بھی ملایا ہے لیکن اس ضمن میں حلاج پر کام کرنے والے کسی بھی مورخ نے کوئی مربوط حوالہ پیش نہیں کیا۔ ابن منصور کے متعلق یہ بات بھی مشہور رہی کہ وہ واسط کے زمانہ طالب علمی میں اپنے ہم عمروں سے یکسر علیحدہ، خاموش اور سنجیدہ رہتے تھے۔ کسی کے ساتھ بھی اُس کا ہنسنا بولنا، اُٹھنا بیٹھنا نہیں تھا۔ دنیا جہان سے الگ تھلگ اپنی ہی ذات کے سمندر میں گُم رہتا اور چہرے پر ایک شدید اضطراب ہر وقت نمایاں ہوتا۔ اس کی اس حالت پہ لوگ اُسے دیوانہ کہتے اور ہنستے۔ وہ نہ تو کسی سے غصہ کرتا اور نہ ہی لوگوں کو اُن کی تنقید کا کوئی جواب دیتا۔ دارالحفاظ سے وہ قرآن تو حفظ کر چکے مگر اُن کی بے چین روح کو قرار نصیب نہ ہوا۔ اُنہیں ظاہری پارسائی اور زُہد بالکل پسند نہ تھا۔ اُن کا اپنے ہم سبقوں سے اکثر جھگڑا ہو جاتا تھا۔ وہ اکثر اپنے اُستادوں کی غلطیاں پکڑتے یوں درس کی مخصوص فضا مُکدر ہو جاتی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک اُستاد نے غصے میں آ کر جلتی ہوئی لکڑی اُن کی پیشانی میں داغ دی۔ اُن کے ماتھے پر اِس

Marfat.com

جلن کا ایک نشان پڑ گیا۔ جب بھی اس داغ کے متعلق کوئی اُن سے دریافت کرتا تو وہ کہتے کہ میری پیشانی پر یہ داغ، ''داغِ دلربائی'' ہے اور یہی داغ بعد میں اُن کی گرفتاری کے وقت اُنہیں پہچاننے کا سبب بنا۔

اب حلاج واسط میں اُس زمانے کے معروف صوفی ابو محمد بن عبداللہ بن یونس التستری (818ء تا 896ء) کے مدرسہ تصوف میں داخل ہو گیا۔ یہ صوفی بزرگ حنفی مسلک رکھتے تھے اور ذوالنون مصری کے مُرید تھے۔ شاہد مختار اپنی تالیف و تصنیف ''المصلوب'' میں لکھتے ہیں۔

> سہل بن عبداللہ تستری کا مکتب تستر کی باغ و بہار سرزمین پر پہاڑ کے دامن میں ایک خاموش اور کم آباد گوشہ میں واقع تھا۔ مکتب کے مشرقی جانب ایک کھلی جگہ پر پانی کے چشمہ کے کنارے ایک خانقاہ تھی۔ یہ خانقاہ مراقبے میں گم اور مشغولِ عبادت گوشہ نشینوں کے ذکر سے معمور رہتی تھی۔ دروس میں شامل طالبعلموں کو کڑی ریاضت، فاقہ کشی اور شب بیداری کے مراحل سے گزرنا پڑتا تھا۔ جان کو تحلیل کرنا پہلی منزل تھی۔ حسین بن منصور کا اس خانقاہ میں اپنا گوشہ، اپنی دنیا اور اپنا جہان تھا۔ وہ ساتھیوں سے الگ چھپ کر بیٹھے رہتے۔ (2)

اس زمانے میں بھی حلاج مدرسہ میں تمام طالبعلموں سے کم عمر تھے مگر وہ عالم استغراق میں ایسی ایسی باتیں کہہ جاتے جو بظاہر شریعت کے خلاف ہوتی اور اُن کے اُستاد کے دل پر گراں گزرتی تھیں۔ اُن کو احساس ہو چلا تھا کہ جوالا وُ حلاج کے اندر محشر بپا کیے ہوئے ہے وہ کسی بھی وقت اُسے راکھ کا ڈھیر بنا دے گا۔ دوسری جانب حلاج کے دل کی تشفی و تسلی یہاں بھی نہ تھی وہ جلد ہی اپنے اُستاد کی صحبت سے بیزار ہونے لگے۔ اس بات کا شکوہ سہل بن عبداللہ نے ایک بار حلاج کے باپ سے بھی کیا کہ آپ کے بچے کی رفتار بہت تیز ہے۔ اُس

Marfat.com

کی بے چینی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ اُسے چاہئے کہ ہر بات دائرہ شریعت میں رہ کر سوچے ایک مسلمان کے لئے ایسی کسی بات کی گنجائش نہیں ہے جو شرع کے خلاف یا اُس کی حدود سے ماوراء ہو۔

سہل بن عبداللہ تستری نے ایک دن اکیلے میں حسین بن منصور کو بلا کر یہ سمجھایا کہ کچھ باتیں خفیہ اور راز کی ہوتی ہیں انہیں سرِعام اور اعلانیہ نہیں کہا جا سکتا۔ تم جس طرح عام لوگوں پر خدا کے بھید عیاں کرتے رہتے ہو یہ عام لوگوں کے سامنے کھولنے کے نہیں بلکہ یہ تو وہ راز ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عطا کرتے ہیں۔ اس طرح خدا کے ان رازوں کو کھولنا کم ہمتی ہے۔ اس پر حلاج نے جواباً کہا پیر و مرشد مجھ سے جو بھی فعل سرزد ہوتا ہے اُس میں میرا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ میرے کاموں میں میرا اختیار و ارادہ شامل ہی نہیں ہوتا۔ اس پر سہل بن عبداللہؒ نے کہا مجھے تو یہ پتہ نہیں چل رہا کہ تم کس مسلک کے ہو، جبریہ ہو یا قدریہ لیکن تمہاری باتیں تو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ تم جبریہ مسلک کے آدمی ہو۔ اُستاد کے یہ الفاظ حسین بن منصور حلاج کے دل پر بجلی بن کر گرے اور وہ تڑپ کر بولا جو کچھ میرے دل پر گزرتی ہے میں اُسے راز میں رکھوں یہ میرے بس میں نہیں۔ میرا یہ فعل ربِ عظیم کی خواہش کے مطابق ہے جس نے مجھے اِن رازوں میں شریک کیا۔ اگر وہ یہ راز دنیا کے عام لوگوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تو مجھے ان سے آگاہ ہی کیوں کرتا یا پھر وہ مجھے اتنا حوصلہ عطا کر دیتے کہ میں ان کو اپنے سینے میں دبائے رکھتا۔ سہل بن عبداللہ نے کہا مگر مجھ میں اتنی تاب نہیں کہ میں تمہاری یہ گستاخانہ گفتگو برداشت کر سکوں۔

اس صورتِ حال نے حلاج کو مایوس کیا۔ کیونکہ اُنہیں نہ تو یہاں خود کو پہچاننے میں کوئی خاص کامیابی ہوئی اور نہ ہی اپنے اضطراب سے باہر آنے کی کوئی راہ سوجھی۔ اُنہوں نے اس خانقاہ کو خیر باد کہنے کا ارادہ کیا۔

اسی زمانے میں حلاج نے عربی زبان سے گہری شناسائی حاصل کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔

Marfat.com

کیونکہ وہ اس طرح قرآن کے معانی ومطالب کے خاص گہرائی تک جانا چاہتے تھے۔عربی زبان میں حروف علت کو عام طور پر کم ہی لکھا جاتا ہے۔عربی جملوں میں اعراب بھی اُس وقت درست پڑھے جاسکتے ہیں جب جملے کی صرف ونحو پر مکمل توجہ ہو۔عربی کی اس خوبی نے حلاج کو بطور ایک طالب علم کے مجبور کیا کہ وہ اس زبان کے اسرار ورموز سے مکمل آ گہی حاصل کرے۔حالاں کہ اُس کے ہم وطنوں اور شاید والدین کی زبان بھی عربی نہیں تھی لیکن منصور نے اپنے علم واظہار کی خاطر عربی زبان سے رجوع کیا۔برصغیر میں فارسی زبان میں منصور سے منسوب ایک دیوان شائع ہوا جسے لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔یاد رہے حسین بن منصور حلاج نے سوائے عربی زبان کے کسی بھی زبان میں کچھ نہیں لکھا۔یہ دیوان حلاج کا نہیں بلکہ ایران کے ایک صوفی بزرگ ،صوفی حسین بن حسن خوارزمی کا ہے۔

اب وہ سہل بن عبداللہ کو چھوڑ کر بصرہ روانہ ہوئے۔دو سال اُنہوں نے سہل کے ساتھ گزارے۔یہاں پہ حسن بصری اور اُن کے شاگردوں کی صوفیانہ روایات کے چرچے تھے۔یہ وہ زمانہ ہے جب عباسی حکمران المعتمد زنجیوں کے ہاتھوں زچ ہو رہا تھا۔اُس کی افواج اور زنجیوں میں کئی خوفناک لڑائیاں ہو چکی تھیں۔

حلاج نے یہاں عمرو بن عثمان مکی سے ملاقات کی جو علم اُصول میں امام مانے جاتے تھے۔حلاج نے اُن سے صوفیانہ روایت میں داخلہ کا باقاعدہ خرقہ حاصل کیا۔بصرہ میں حلاج نے عمرو بن عثمان مکی کے سلسلہ طریقت کے ایک سالک ابو یعقوب الاقطع کی بیٹی سے شادی کرلی۔اُن کی بیوی اُم الحسین بنتِ ابو یعقوب اقطع کے نام سے پکاری جاتی تھی۔وہ اس سے چار بچوں کا باپ بنا جن میں ایک بیٹی اور تین بیٹے تھے۔حلاج کی غیر موجودگی میں اُس کی بیوی کا بھائی اُس کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کرتا۔کہا جاتا ہے عمرو بن عثمان مکی حلاج کی اس شادی سے خوش نہیں تھے۔حسین بن منصور حلاج نے ان دنوں بصرہ شہر کے محلہ تمیم میں رہائش اختیار کی۔یہ محلہ قبیلہ بنی مجاشع کا تھا۔یہاں کے لوگ سیاسی اعتبار سے زیدیہ زنج

Marfat.com

کی شورش سے تعلق رکھتے تھے۔ان دنوں مسلمانوں میں ایک نئی بدعت "تحمسہ" (غالی مسلک میں سے ایک) نے انہیں بدنام کر رکھا تھا۔تحمسہ مسلک کے لوگ متعصب اور خفیہ طور پر ہنگامہ آراء تھے۔حلاج کچھ عرصہ تک اس گروہ میں بھی شامل رہا جس کی وجہ سے وہ ایک باغی کی حیثیت سے اپنی نیک نامی بڑی حد تک متاثر کرا بیٹھا۔

عمرو بن عثمان مکی نے حلاج سے پوچھا کہ اُس نے سہل بن عبداللہ کی خانقاہ کو کیوں چھوڑا تو حسین نے جواب دیا کہ وہ بہت مصلحت پسند آدمی تھے۔اس پر عمرو بن عثمان المکی نے اُن کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تم عدم وجود کے کھیل میں جانبدار رہو۔تمہاری توجہ سے یہ معاملہ سُدھر سکتا ہے۔تم اپنے شوق کی شدت کو بھی کبھی محسوس اور کبھی معدوم سمجھتے ہو جس کی اصلاح کے لئے تہذیب نفس بہت ضروری ہے۔لہٰذا تم اُس وقت ان مجالس سے کچھ بھی فائدہ نہیں پا سکتے جب تک تمہاری بے قراری اور آگ تمہارے اندر بھڑک رہی ہے۔ اُنہوں نے حلاج کو مزید سمجھاتے ہوئے کہا کہ اگر بادشاہ وقت تمہیں کوئی قیمتی راز دے اور یہ ہدایت کرے کہ اس کو کسی بھی صورت افشا نہیں کرنا ورنہ سخت ترین سزا جو موت بھی ہو سکتی ہے تمہیں دی جائے گی تو کیا تم پھر بھی وہ راز افشا کر دیتے۔اس پر حلاج نے جواب دیا کہ حاکم وقت نے جو راز مجھے دیا اگر وہ حقیقت میں اس قدر اہمیت کا حامل تھا تو پہلی غلطی بادشاہ کی ہے کہ اُس نے مجھے رازداں بنایا ہی کیوں۔جس راز کو وہ اپنے سینے تک محدود نہیں رکھ سکا اُسے مجھ سے یہ اُمید کیوں ہے کہ میں ایسا کر پاؤں گا۔اگر بات سزا کی ہے تو میں تو ہر وقت اپنے آپ کو تلوار کے سائے میں سمجھتا ہوں۔ایسی صورت میں بادشاہ اور میرے جرم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔یوں حلاج اور عمرو بن عثمان المکی کے تعلقات میں خلیج بڑھتی گئی۔لہٰذا حلاج نے اسے بھی چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔اپنے سُسر یعقوب اقطع کے مشورہ سے حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔یہاں بھی اُن کی سابقہ حالت برقرار رہی۔ اگرچہ جنید بغدادی نے حلاج کی بے چینی مٹانے کی بھرپور کوشش کی مگر اس طوفان کے آگے

Marfat.com

کوئی بند نہ باندھا جا سکا۔ حلاج اپنی روحانی اور اضطرابی حالت کے ساتھ ساتھ سیاسی اور معاشرتی حالات پر بھی غور کر رہے تھے۔ ان دنوں زنجیوں کی بغاوت اپنے عروج پر تھی اُس وقت کے حکمران کے بھائی الموفق باللہ نے صاحب الزنج کے محل پر آتش باری کی مگر وہ جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ آخر کار یہ بغاوت کچلی گئی۔ زنجیوں کی اسی شورش کے زمانے میں جب منصور تقریباً 26 سال کی عمر کے ہوئے تو 883ء کو وہ پہلا حج کرنے کے لئے مکہ روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر ایک سال حرم پاک میں معتکف رہنے کی قسم کھائی۔ مگر طاہر منصور فاروقی اور شاہد مختار ہر دو نے اپنی اپنی تالیف و تصنیف میں کچھ یوں لکھا ہے۔

> مکہ پہنچنے پر وہ حرم میں داخل ہونے کی بجائے کبھی غار کے سامنے اور کبھی غار ثور کی بلندیوں پر، کبھی جبل رحمت اور کبھی منا و عرفات میں دوپہر کی تپتی دھوپ میں تپتے پتھروں پہ بیٹھے رہتے تھے۔ پھر مدینہ منورہ میں روضہ رسولؐ پہ حاضر ہوئے اور رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد واپس مکہ آ گئے اور پھر فریضہ حج تک یہاں قیام کئے رکھا۔ (3)

دیوان منصور حلاج کے مقدمہ میں مظفر اقبال لکھتے ہیں۔

> اس ایک سالہ قیام کے دوران حلاج نے حرم میں رُکن اور مقام کے دوران ایک جگہ کو عبادت کے لئے چنا اور تزکیہ نفس اور قلب کی صفائی کے لئے مشکل مراحل سے گزرے۔

اسی قیام کے دوران عمرو بن مکی کے ساتھ حلاج کے تعلقات میں دراڑیں پڑ گئیں۔ جس کے بعد صوفیاء کے ایک حلقے میں حلاج کو معتوب قرار دیا جانے لگا۔ جو واقعہ اس اختلاف کی بنیاد بنا اُس کے بارے میں چار مختلف روایات ملتی ہیں چاروں میں مرکزی مسئلہ

Marfat.com

"الہام" کے بارے میں حلاج کا رویہ ہے لیکن جو کچھ اس سلسلے میں حلاج سے منسوب ہو گیا ہے اس کا کوئی شائبہ اس کی تحریروں میں نہیں ملتا۔ (4)

یعقوب نہر جوری کے مطابق حلاج جب پہلی بار مکہ گئے تو وہ ایک سال تک صحن کعبہ میں بیٹھے رہے۔ وضو اور طواف کے سوا کسی بھی لمحے اپنی جگہ سے اُٹھتے نہیں تھے۔ اُنہیں دھوپ اور بارش کی بھی کوئی پرواہ نہ تھی شام کو اُنہیں ایک روٹی اور پانی کا ایک پیالہ ملتا وہ روٹی کے چار نوالے لیتے، دو گھونٹ پانی پیتے ایک کھانے سے پہلے اور ایک بعد میں۔ باقی ماندہ روٹی پیالے پہ رکھ دیتے جو بعد میں اُٹھا لی جاتی۔

مکہ سے بغداد واپسی پر اُن کی حالت کافی بدل چکی تھی۔ اب اُن کے ساتھ درویشوں کی ایک بہت بڑی جماعت تھی، اور یہ تمام درویش حلاج کو اپنا مُرشد مانتے تھے۔ حلاج کے عقیدت مند تو اس واقعہ سے بھی پہلے پیدا ہو چکے تھے مگر اب جس انداز سے وہ بغداد آئے تھے اس سے اہل بغداد نے اندازہ لگایا کہ حلاج اب خود ہی شیخ کے منصب پر فائز ہیں۔

یہ قیاس اُس وقت درست ہو گیا جب حلاج اپنے درویشوں کے اس گروہ کے ہمراہ اپنے موجودہ پیر و مُرشد جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ جنید بغدادیؒ ہر عام و خاص کو اپنی محفل میں آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ لیکن حلاج تو اپنے ہمراہ درویشوں کی ایک جماعت لے کے داخل ہو چکے تھے، اور ان درویشوں کے افعال یہ ظاہر کر رہے تھے کہ حلاج اُن کا امام و پیشوا ہے۔ اس پر بھی جنید بغدادی حلاج سے مہر آمیز سلوک کے ساتھ ملے اور سرزمین عرب کا حال پوچھا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو حلاج نے حضرت جنید بغدادی سے معرفت کا ایک مسئلہ پوچھا۔ حضرت نے اُنہیں کوئی جواب نہ دیا۔ حلاج نے تھوڑے وقفے کے بعد اپنا سوال پھر دہرایا مگر جنید خاموش ہی رہے۔ حلاج نے تیسری مرتبہ سوال کیا تو حضرت جنید بغدادی نے کوئی توجہ نہ دی۔ حلاج ناگواری کا احساس

Marfat.com

لئے درویشوں کے ہمراہ وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔ یہاں ہمیں حلاج کی شخصیت کا ایک پہلو تو نہایت واضح دکھائی دیتا ہے کہ وہ ایک بڑے اضطراب سے دوچار تھے جو انہیں کہیں بھی چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ کیونکہ اسی بے چینی میں تو وہ پہلے سہل بن عبداللہ، عمرو بن عثمان مکی کی صحبتوں کو خیر باد کہہ آئے تھے۔ یہاں حلاج کی شخصیت کا ایک اور پہلو بھی قابل لحاظ ہے کہ اپنے اساتذہ سے اُن کے سوالات طالب علموں جیسے نہیں بلکہ مدعیانہ ہوتے تھے جس کا اظہار حضرت جنید بغدادی نے کیا بھی۔

> حضرت جنید بغدادی نے اُن کی نسبت فرمایا کہ اس سوال پر در پردہ وہ مدعی تھے، طالب تحقیق نہ تھے۔ حضرت جنید بغدادی کے اس قول کی توضیح یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے حلاج ایک طالب علم کی حیثیت سے درس گاہ میں داخل ہوتے تھے مگر اس بار اُن کی آمد اور سوال کرنے کا انداز مدعیانہ تھا۔ یعنی وہ خود اُستادانہ شان کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ مشائخ کا کہنا ہے کہ جب حلاج خانقاہ میں داخل ہوئے تو خرقہ پہنا ہوا تھا۔ اُن کی شان مشائخ جیسی تھی۔ خانقاہی نظام کا بنیادی اُصول ہے کہ کوئی مرید شیخ کی اجازت کے بغیر خرقہ خلافت نہیں پہن سکتا اور اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر کسی سے بیعت بھی نہیں لے سکتا۔(5)

یہ بات تو اکثر و بیشتر مورخین لکھتے اور بتاتے ہیں کہ حلاج نے حضرت جنیدؒ سے اجازت طلب کئے بغیر خرقہ پہنا تھا اس لئے وہ ان سے دل میں ناراض تھے۔ اس لئے حلاج کے سوال کرنے پر وہ ناراض ہوئے۔ مگر کوئی بھی یہ نہیں بتاتا آخر وہ سوال کیا تھا جسے سن کر جنیدؒ، حلاج سے برہم ہوئے۔ یوں اپنی ازلی بے قراریوں کی آگ کا شعلہ لئے حلاج تیسرے مُرشد کے آستاں سے بھی مطعون ہو کر نکلے۔

Marfat.com

حلاج کے بیٹے احمد کی روایت کے مطابق 885ء میں وہ بیوی بچوں سمیت تستر آئے۔ دو سال یہاں لوگوں میں تبلیغ کی صوفیانہ لباس اُتار دیا اور ایک عام آدمی کی وضع قطع سے رہنے لگے۔ پھر تستر سے روانہ ہو گئے مگر یہاں قیام کے دوران دو بیٹے عبداللہ اور سلیمان اور ایک بیٹی پیدا ہو چکی تھی۔

اس زمانے میں اُن کا لقب حلاج الاسرار پڑ چکا تھا جس کا مطلب ہے رازوں کا دُھننے والا۔ مختلف شہروں میں اب اس کے مختلف القاب اور نام تھے۔ ابن کثیر کی تصنیف البدایۃ والنہایہ میں رقم ہے کہ اہل ہند اُسے ابوالمغیث، اہل خراسان ابوالممیز، اہل فارس ابو عبداللہ الزاہد، اہل خوزستان حلاج الاسرار، اہل بغداد مصطلم اور اہل بصرہ المحیر کہتے تھے۔

مکہ سے واپسی کے بعد وہ مسلسل ریاکار صوفیوں کو خوب رُسوا کرتے رہے۔ اپنے بدن سے صوفیانہ لباس اُتار پھینکا تاکہ اب وہ صوفیوں کی طرح خاموش رہنے کے بجائے لوگوں سے بات چیت کر سکے۔ وہ اپنا زیادہ وقت اہل قلم، تاجروں اور صرافوں کے ساتھ گزارنے لگا۔ ان کی اکثریت پڑھی لکھی مگر شکی مزاج تھی۔ کچھ ایسے اہل سُنت جو آرامی یا ایرانی النسل تھے وہ اس جماعت کے گرویدہ ہوئے۔ پھر نسطوری مکتبہ فکر کے نصرانی جو اسلام قبول کر چکے تھے ان کے ہم خیال ہوئے۔ یہ لوگ بغداد کی وزارت تک پہنچ چکے تھے۔ ان کا تعلق انتضائیہ، آل بن وہب اور آل بن جراح سے تھا۔ ان ہی میں سے معتزلہ اور غالیوں کا ایک گروہ منصور سے اُلجھ پڑا۔ بات اس قدر آگے بڑھی کہ وہ مرنے مارنے پہ آ گئے۔ اس وقت سرکاری ٹیکس وصول کرنے اور محکمہ مال کے متعلقہ لوگ جن میں ابن الفرات اور ابن نوبخت شامل تھے۔ ان دونوں لوگوں کی جماعتوں نے عوام کو حلاج کے خلاف بھڑکایا۔ کئی کئی طرح کے الزامات لگوائے۔ مثلاً یہ کہ وہ بہلا پھسلا کر مریدوں کو کھانا دیتا ہے اور حاجت مندوں کو روپے۔ موجودہ حالات کے پیشِ نظر وہ اس کے بعد بصرہ کے دیگر کئی لوگوں کی طرح خراسان تالقان چلا گیا تاکہ وہاں کے عربی دانوں کو یہ ہدایت کر سکے۔

Marfat.com

وہ پانچ برس تک ان سرحدی علاقوں میں کاروان سراؤں، فوجی چھاؤنیوں میں قیام کرتا رہا۔ پانچ سال بعد وہ ایک بار پھر اہواز لوٹ آیا۔ لوئی ماسینیوں کے مطابق یہاں سے وہ ایک بلند مرتبہ شخصیت احمد قنائی کی مدد سے بغداد پہنچا۔ یہاں وہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں ٹھہرا۔ اہواز سے معززین کی ایک جماعت بھی وہ اپنے ساتھ بغداد لایا تھا۔ ان دنوں تستر کی وہ سرکاری مشین جس سے غلاف کعبہ کا کپڑا تیار کیا جاتا تھا مکہ مکرمہ لے جائی گئی۔

اب حلاجؒ اپنے چار سو شاگردوں کے ساتھ دوسرے حج کے لئے روانہ ہوا۔ اس دوران منصور کے اُن دوستوں نے جو اُن سے کسی بھی طرح حسد و کینہ رکھتے تھے لوگوں میں یہ مشہور کر دیا کہ حلاج ایک شعبدہ باز، جادوگر اور جنات کا عامل ہے۔

Marfat.com

اسلامی قلمرو سے باہر کے سفر

دوستوں کی جانب شدید الزامات، مخالفوں کی سازشوں کے پیش نظر اپنے حق میں حالات کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے اب حلاج نے اسلامی قلمرو سے باہر لمبی سیاحت یا سفر کا ارادہ کیا۔ وہ دل میں اُس مقام کو دیکھنے کی خواہش لے کر روانہ ہوئے جسے لوگ دیوارِ یاجوج و ماجوج سے پرے جانتے اور اس خطے کو شفاعتِ محمدی سے خارج سمجھتے تھے۔ اس غرض سے وہ ہندوستان کے ہندوؤں، پیروان مانی اور ماوراء النہر کے بودھوں سے ملاقات کرنے چلے۔ اُنہوں نے اپنے سفر کا آغاز دریائی راستے سے کیا اور ہندوستان میں وہ دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا اور ملتان سے ہوتا ہوا کشمیر جا پہنچا۔ اہواز کے زربفت بیچنے والے تاجر اکثر وادی کشمیر آیا کرتے تھے یہاں زربفت بیچ کر بدلے میں وہ بہترین چینی کاغذ (توز) لے جاتے۔ حلاج کشمیر میں انہی تاجروں کے ساتھ پُر پیچ پہاڑی راستوں سے گزر کر توزمان (چین) تک گیا۔ لوئی ماسینیوں کہتا ہے کہ اس سیاحتی سفر کے دوران حلاج کے دل میں یہ خیال بھی پوری توانائی سے پھلتا پھولتا رہا کہ وہ اُمتِ اسلامی سے بلند تر ہو کر دیکھے اور تمام دنیا کو وحدت کی طرف بلائے۔ وہ نہاوند میں نوروز کی تقریبات میں بھی شریک ہوئے۔

حلاج کے بیٹے احمد کا کہنا ہے کہ جب ایک طویل سیاحت سے میرے والد واپس آئے تو ہندوستان کے لوگ اُن کے نام کے ساتھ "مغیث" لکھتے تھے۔ اس سفر سے واپسی

Marfat.com

پرتو مخالفین نے حلاج کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا۔ ظاہریہ فرقے کے ایک فقیہ محمد ابن داؤد نے یہ بات مشہور کی کہ حلاج خدائی دعویٰ کرتا ہے اور در پردہ حکومت کے خلاف ایک خوفناک سازش میں لگا ہوا ہے۔ اُس نے مطالبہ کیا کہ حلاج کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جائی۔ عام مسلمانوں میں جو حلاج کے مُرید نہیں تھے اس تحریک کو مقبولیت ہوئی۔ اس موقع پر ایک شافعی فقیہ ابن سراج نے حلاج کے حق میں بات کی کہ صوفیاء کے احوال پر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔

حلاج کی تیسرے حج پر روانگی

بغداد میں حلاج کے خلاف حالات کی شدت جوں کی توں تھی۔ اُنہوں نے ایک بار پھر حج ادا کرنے کا ارادہ باندھا۔ یوں 902ء میں وہ تیسرے حج کی غرض سے مکہ روانہ ہو گئے۔ اس مرتبہ اُنہوں نے دو سال حرم میں قیام کیا۔ میدان عرفات میں ایک مقام وقوف ہے جسے حج کے ارکان میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح سُنت ابراہیمی کی یادگار قربانی بھی اس موقع پر کی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی مناسکِ حج میں ہے کہ عرفات میں توقف کے دوران حجاج کرام آہ وزاری کے ساتھ اپنے دوستوں اور اعزاء کے نام پکار پکار کر کہتے ہیں، اے میرے رب انہیں بخش دے۔ منصور حلاج نے اپنے اس آخری حج میں اس موقع پر عام حاجیوں کی طرح لبیک کا نعرہ لگایا اور یوں گویا ہوا "خدا مجھے اس سے بڑھ کر بے نوا و حاجت مند بنا۔ خدایا مجھے رُسوا کر دے تا کہ لوگ مجھ پر لعنت بھیجیں۔ خدایا لوگوں کو مجھ سے بیزار کر تا کہ شکر کا ہر کلمہ جو میری زبان سے ادا ہو فقط تیرے ہی لئے ادا ہو اور تیرے بغیر کسی کا احسان نہ اُٹھاؤں۔" وقوف میں ادا کی جانے والی دو رکعت نماز مسلمانوں میں بڑی اہمیت کی حامل سمجھی جاتی ہے بلکہ عرب میں تو اس نماز کے متعلق یہ بات بہت مشہور ہے کہ یہ نماز دو جڑواں کبوتروں کی مانند ہے جو ایک بار پانی پیتے ہیں پھر سال بھر پیاسے رہتے ہیں۔ قربانی کی

Marfat.com

تعریف کے لئے اسے صلوٰۃ النحر کہتے ہیں۔اس موقع پر کہا۔

للناس حج ولی حج الی سکنی

تهدی الاصناعی و اهدی مهجتی و دمی

ترجمہ: لوگ حج کرتے ہیں اور میں بھی آرام جاں کا حج کرتا ہوں وہ مینڈھے کی قربانی کرتے ہیں اور میں خونِ دل کا ہدیہ پیش کرتا ہوں۔آگے مزید یہ کہتے ہیں۔

رکعتان فی العشق لا یصح وضوء هما الا بالدم

ترجمہ: عشق کی نمازِ دوگانہ کا وضو خون کے بغیر کسی اور چیز سے نہیں ہوسکتا۔

اس تیسرے حج کے موقعے پر ایک گدڑی حلاج کے کندھوں پر تھی اور فطا (ہندوستانی طرز کا تہہ بند) باندھے ہوئے تھے۔

آخری حج سے واپسی اور قیام بغداد

آخری حج سے واپسی کے بعد ایک بار پھر حلاج نے بغداد میں قیام کیا۔لوئی ماسینیوں کے مطابق اب اُس کے دل میں یہ خواہش تھی کہ وہ خود کو صاحب الملامت بنائے تا کہ اس طرح وہ اپنے پسندیدہ نظریے کا بھرپور اظہار کر سکے۔اس کام کی غرض کے لئے اُنہوں نے اپنے گھر میں کعبہ بنایا۔اسی طرح عباسی حکمران المعتضد نے بھی حجر اسود کا ایک ٹکڑا قصر بغداد کی دہلیز میں رکھوایا ہوا تھا تا کہ باہر کے غیر مسلم سفیر اسے سجدہ کریں۔حلاج رات میں ابن خلیل کے مزار کے پہلو میں عبادت کرتا اور دن کو بغداد کے گلی کوچوں میں لوگوں کو عجیب وغریب باتیں سناتا۔اس پر لوئی ماسینیوں کہتا ہے کہ وہ شوریدہ و بدمست تھا مگر فرزانہ تھا دیوانہ نہ تھا۔وہ اکثر بازاروں میں یہ فریاد کرتا ہوا ملتا۔

یا اهل الاسلام اغیثو لی من الله فلیس یترکنی و لفسی و آنس بها ولیس یاخذنی من نفسی فاستریح منها. هذا دلال لا اطیقه۔

Marfat.com

ترجمہ: اے مسلمانو خدا سے میرا انصاف کراؤ نہ مجھے جان آسودہ کے ساتھ چھوڑتا ہے کہ میں اُس سے دلبستگی پیدا کروں اور نہ ہی مجھے نفس سے جدا کرتا ہے کہ میں اُس سے آزاد ہو جاؤں۔ یہ ایسا عشوہ وناز ہے جس کو برداشت کرنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔

حلاج کے اس قسم کے خیالات سُن کر اُس زمانے کا پڑھا لکھا طبقہ برافروختہ ہوا۔ عام آدمیوں کو بھی حلاج کی باتیں کفریہ اور عجیب وغریب لگتی تھیں۔ شاید حلاج کو اپنی اس رُسوا کُن حالت کا اندازہ بھی تھا کہ یوں اپنے آپ کو اُلوہیت کے مقام پر سمجھنا اُس کے حق میں کسی طور بھی بہتر نہیں۔ وہ اس سلسلہ کو موقوف کرنا چاہتے تھے۔ جس بنا پر اُنہوں نے کئی مرتبہ ایسی حرکات کیں کہ مسلمان اُس کی جان لے لیں۔ ایک دن تو وہ جامع المنصور میں پہنچ کر یوں فریاد کرنے لگا۔

اعلموا. ان اللہ تعالیٰ اباح لکم دمی فاقتلونی. فاقتلونی توجروا واسترح. لیس فی الدنیا للمسلمین شغل اھم من قتلی.

ترجمہ: جان لو کہ خدا نے میرا قتل تم پر مباح کر دیا ہے مجھے قتل کر دو، مجھے قتل کر دو تا کہ تمہیں اجر نصیب ہو اور مجھے آرام۔ مسلمانوں کے لئے دنیا میں میرے قتل سے بڑھ کر کوئی اہم کام نہیں ہے۔

کچھ روایات تو حلاج کے ان اقوال کا پتہ بھی دیتی ہیں۔

وتکونوا انتم مجاھدین وانا شھید.

ترجمہ: اور تم مجاہدین کہلاؤ گے میں شہید۔

اقتلونی یا ثقاتی اِن فی قتی حیاتی.

ترجمہ: اے ثقہ دوستو۔ مجھے قتل کر دو کہ میری زندگی قتل میں ہے۔

اِن تقتل ھذا لمعلون.

ترجمہ: تم اس مطعون حلاج کو قتل کر دو گے۔

Marfat.com

منصور حلاج اپنی اس نوعیت کی گفتگو کے ساتھ ساتھ نہایت ہی نازک مسائل پر کچھ رسائل بھی لکھ چکا تھا۔ اس موقع پر ظاہر پرست عالم وفقیہ محمد بن داؤد جو کہ شاعر بھی تھے۔ وہ اُس وقت بغداد میں قاضی کے عہدے پر فائز تھے۔ حلاج کو عدالت طلب کر کے قتل کی سزا دینی چاہی لیکن ابن صریح نامی دوسرے قاضی نے بیچ میں پڑ کر حلاج کو بچا لیا۔ اس مدت میں نحویان بصرہ کے مشاہیر حلاج سے دشمنی رکھتے تھے اُنہوں نے بھی عجیب وغریب باتیں حلاج کے نام منسوب کر کے مشہور کر رکھی تھیں۔ جبکہ دوسری طرف منصور یہ کہتا تھا کہ میری ان باتوں کا مقصد ادنیٰ سے اعلیٰ مسلمان تک سب کی اخلاقی وروحانی اصلاح ہے۔

جیسا کہ مذہب اسلام میں نیک سیرت لوگوں کی دعائیں اور اولیاء اللہ کی نصیحتیں عام مسلمانوں کے معاملات زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ جیسے کسی ابدال کے فرمودات جو جہان کے لئے پایہ روحانی ہوتے ہیں اور ان سے بڑھ کر شاہد الحال یعنی قطب لوگوں کا مقام ہے جو عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ اصطخری کہتا ہے۔

> اکثر بزرگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ قطب جو نگاہوں سے مخفی ہوتا ہے اور لوگوں کے درمیان جیتا ہے خود حلاج ہے۔ ان بزرگوں میں سے علی بن عیسیٰ اور حمد قنائی، نعمان دولابی، ابن ابی البعل، محمد بن عبدالحمید۔ اُمراء میں سے حسین بن حمدان، نصر القشوری، حکامِ شہر و بلاد میں سے ابی بکر ماذرائی جس نے قاہرہ میں کعبہ کی طرح وتقلید میں مختصر سا مکان 303 ھ میں تعمیر کرایا تھا، اور نجح طولانی اور سامانیوں کی ایک جماعت مثلاً اخ صعلوک بیکجور، حسین مروزی، بلعمی اور فراتکین اور ملوک (دہقانان سادوہ و مدائن) اور اشراف ہاشمیہ میں سے ابوبکر ربیع، بیکل، احمد بن عباس زینی وغیرہ۔ یہ سب لوگ حلاج کے ساتھ ارادتِ روحانی رکھتے تھے اور عمومی سیاست و فرائض وزراء کے

Marfat.com

بارے میں رسائل تحریر کیے تھے جو حسین بن حمدان، نصر اور ابن عیسیٰ کو
ہدیہ کے طور پر پیش کیے تھے۔(6)

ان دنوں اکثر علماء عوام کی بہتری و اصلاح کی خواہش رکھتے تھے۔ خاص طور پر ٹیکس و خراج کے معاملات میں انصاف کے خواہاں تھے۔ تا کہ مستوفی (حساب کتاب کی جانچ کرنے والے افسران) کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہ کریں۔ اس نظریہ کے تحت 296ھ میں اہل سُنت کے کچھ اصلاح کاروں کی طرف سے ایک بغاوت طلباء نے برپا کی جو صرف ایک دن ابن المعزت کے ذریعے خلافت حنبلی قائم ہوئی۔ اس کے قائم نہ رہ سکنے کا بڑا سبب یہ تھا کہ یہودی صرافوں نے جو ٹیکس وصول کرنے والے افسران کے ہم پلہ تھے دربارِ شاہی کو ایک روپیہ تک نہ دیا۔ یوں ایک بار پھر بادشاہی المقتدر کو مل گئی جو ابھی کم عمر بچہ تھا۔ مالی امور اور خراج کا ماہر وزیر ابن الفرات جس کا تعلق غالیوں کی جماعت سے تھا برسر اقتدار آ گیا۔ اسے وزیر امیر حسین بن حمدان کی تلاش تھی جو مفرور تھا۔ جب کسی بھی طور اس وزیر کی گرفتاری ممکن نہ ہو سکی تو ابن فرات نے کہا حلاج کیونکہ اُس کا دوست ہے۔ اس لیے اس پر کڑی نظر رکھی جائے اور اس کے دوستوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ یوں حلاج کے چار دوستوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اگرچہ ان دنوں حلاج حکومت کے لئے بظاہر کوئی بھی مشکل پیدا نہیں کر رہا تھا مگر ابن فرات کو اندر ہی اندر یہ ڈر تھا کہ حنبلیوں کا یہ حلیف (حلاج) اس کے لئے کہیں مشکلات نہ پیدا کر دے۔

یہ زمانہ بغداد کے شہریوں کے لئے نہایت کٹھن تھا کیونکہ سرکاری خزانے کو بُری طرح لوٹا جا رہا تھا ذخیرہ اندوزوں کو گندم فراہمی کے ٹھیکے دیئے جا چکے تھے۔ جس میں اہواز کا ٹیکس کلکٹر حامد بن عباس بھی شامل تھا۔ 297ھ میں ایک بار پھر المقتدر کو حکومت سے نکال باہر کرنے کی کوشش ہوئی مگر اس دفعہ ابن فرات کو قبل از وقت مخبری ہو گئی۔ یوں حکومتی کارندوں نے باب محاول کے قریب بہت سے باغیوں کو گرفتار کر لیا۔ ان شورش کرنے والوں میں

Marfat.com

حلاج کے بھی کافی مُریدشامل تھے۔اگرچہ حلاج اس سارے عمل میں براہِ راست ملوث نہ تھے مگراُن کی حیثیت ایک ایسے عمل انگیز کی ضرورتھی کہ اُن کی موجودگی حالات وواقعات کو کسی خاص رُخ پہ لاسکتی تھی۔حنبلیوں کی اس شورش کے بعد حلاج کے گردمزید گھیرا تنگ کر دیا گیا۔اُنہوں نے یہ صورت حال دیکھی تو اپنے برادرِ نسبتی کربنائی کے ساتھ اہواز میں روپوش ہوگئے۔اس شہروالوں کی اکثریت شورش پسند حنبلیوں پر مشتمل تھی۔تین سال حکومتی اہلکار حلاج کو تلاش کرتے رہے۔دوسری جانب حلاج چپ چاپ ایک گمنام آدمی کی حیثیت سے زندگی گزاررہے تھے۔سرکاری اہلکار پوری سلطنت میں حلاج کی گرفتاری کے لئے وزیرابن فرات کے حکم کا اعلان کرتے پھررہے تھے۔حلاج کی گرفتاری میں مددومخبری دینے والے کے لئے انعام کالالچ بھی شامل کیا گیا تھا۔انہی دنوں دباس نامی ایک قیدی جو جیل میں پڑے پڑے زچ ہوگیا تھا۔اُس نے دعویٰ کیا اگراُسے چھوڑ دیا جائے تووہ حلاج کو گرفتار کرا سکتا ہے۔ٹیکس کلکٹر حامد بن عباس کو یہ خبرملی تو اُس نے اس قیدی کورقم اورسفر کا سامان دے کرجیل سے روانہ کیا۔ہوسکتا ہے کہ دباس نامی قیدی نے یہ سب اپنی جان چھڑانے کی خاطرکیا ہو یا پھراُسے کسی بھی واسطے سے منصورحلاج سے متعلق کوئی خبرمل چکی تھی جس کی بنیادپراُس نے یہ دعویٰ کیا۔

حلاج کی اس روپوشی کے دوران اُن کی ہمسائیگی میں رہنے والی ایک بُڑھیا کسی سبب سے پولیس کے ہاتھ آئی تو اُس نے یہ مخبری کی کہ میرے پڑوس میں حلاج نام کا ایک شخص رہتا ہے۔اس سے ملنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔یہ لوگ منکرات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔یہ واقعہ 913ء کا ہے۔اس واقعہ سے دوہفتے قبل المقتدر نے ابوعلی محمد بن عبیداللہ کومعزول کرکے اُس کی جگہ علی بن عیسیٰ کووزیرسلطنت مقررکیا تھا۔علی بن عیسیٰ خودتو حلاج کامریدنہیں تھا لیکن اُس کے مریدوں سے نہایت قریبی تعلقات رکھتا تھا۔حاکم نے ابن عیسیٰ کے ساتھ حامد بن عباس کوشریک کار بنایا جو ابن فرات کا بھی خواہ اور حلاج

Marfat.com

کا مخالف تھا۔

عورت کی مخبری پر پولیس نے حلاج کے گھر پر چھاپہ مارا حلاج گرفتار ہوا۔ اُن کے گھر سے ملنے والی کتابیں، خطوط اور دیگر تمام سامان ضبط کرلیا گیا۔ یہ سب کچھ محکمہ ڈاک کے سربراہ علی بن حسین کے سپرد کیا گیا دریں اثناء دباس نامی قیدی بھی وہاں آن پہنچا۔

اب حلاج کو بغداد لے جا کر جیل میں بند کر دیا گیا۔ اُن کی یہ قید 9 سالوں پر محیط رہی۔ یہ دور حلاج کے لئے نہایت سخت تھا۔

Marfat.com

گرفتاری اور پہلے مقدمے کا سامنا

جس بڑھیا نے حلاج کی مخبری کی تھی اُس نے اپنے بیان میں ''منکرات'' کا لفظ استعمال کیا۔ اسی لفظ کو سرکاری رپورٹ میں درج کر لیا گیا۔ جس سے مخالفین نے یہ مُراد لی کہ حلاج اور اُس کے مرید حکومتِ وقت کے خلاف ایسی گفتگو کرتے ہیں جو بغاوت یا حکومت اُلٹنے جیسی ہے۔

سوس کے قاضی (جو مسلک کے اعتبار سے سُنی تھا) سے مشورہ کئے بغیر حلاج کو عالی اہلکار را بی کے سپرد کر دیا گیا۔ اُس کے خلاف ضبط شدہ خطوط، کتابوں اور کاغذات کی بنیاد پر مقدمہ قائم کیا۔ فردِ جرم عائد کرتے ہوئے اُس نے لکھا کہ منصور ''حلول'' کا قائل ہے۔ اپنے مریدوں کی مدد سے اس کی تبلیغ کر کے ربِ عظیم کی حکومت (توحید) میں نقب لگانے کی کوشش کر رہا ہے۔ پھر اسی فردِ جرم اور ضبط شدہ سامان کے ساتھ حلاج کو بغداد روانہ کیا گیا۔ اس کام میں تقریباً دو ہفتے لگے۔ اِدھر جونہی بغداد میں یہ خبر پہنچی تو حامد بن عباس فوراً چل پڑا۔ حلاج کے دستے کی واسط آمد سے پہلے ہی حامد وہاں پہنچ گیا۔ یہاں سے دستہ اپنی تحویل میں لے لیا۔

واسط میں عارضی قیام کے دوران حامد نے حلاج سے کئی سوالات کئے لیکن انہوں نے جواب میں صرف یہ کہا کہ میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہوں۔ آخرکار یہ گرفتار شدگان 10 اکتوبر 913ء کو بغداد پہنچے۔ حلاج اپنے برادرِ نسبتی کے ساتھ پولیس کی

Marfat.com

حراست میں اونٹ پر سوار تھے آگے ایک منادی پکارتا جاتا تھا۔لوگو آؤ! قرمطیوں کے نبی کو دیکھو اور پہچانو۔حلاج کی یہ گرفتاری تین سال قبل جاری ہونے والے وارنٹ کے تحت عمل میں آئی تھی۔

نئے وزیر ابن عیسیٰ نے یہ مقدمہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ یہ وزیر منصور حلاج کے لئے قدرے نرم گوشہ رکھتا تھا کیونکہ اُس کا ایک بھتیجا احمد قنائی منصور کا انتہائی عقیدت مند تھا۔اس مقدمہ کی کارروائی چالیس دن تک چلتی رہی۔اس شہر کے فقہاء، علماء اور محدثین کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ابن عیسیٰ کی یہ خواہش وکوشش تھی کہ جس طرح ہو سکے اس معاملے کو جلد از جلد نمٹاؤں۔اس مقدمہ کی طوالت سے شہر میں دنگا وفساد کا ڈر تھا۔عدالت کے آخری اجلاس کی صدارت ابن عیسیٰ نے خود کی جس میں قاضیوں نے حلاج کو تین روز رسوا کرنے کا حکم دیا۔

یہ 14 ربیع الثانی کا دن تھا جب شہر کے مشرقی حصہ میں پولیس چوکی کے عین سامنے شکنجہ میں کس کر حلاج اور اُس کے برادر نسبتی کربنائی کو لٹکایا گیا۔اگلے دو دنوں میں یہی کارروائی شہر کے مغربی کنارے دہرائی گئی۔جتنی دیر یہ لٹکے رہتے منادی والا کہتا رہتا کہ آؤ قرمطیوں کے پیغمبر کو دیکھو۔

مگر یہاں بھی یہ بات خالی از دلچسپی نہیں کہ حلاج کمال اطمینان ویقین کے ساتھ اس مشکل سے گزرتے رہے۔اس عرصے میں نہ تو اُنہوں نے کسی بھی طور نماز سے غفلت برتی اور نہ ہی کسی تکلیف و پریشانی کا اظہار کیا۔جب وہ دار پر تھا تب اُن کے گلے میں ایک تختی لٹکا دی گئی جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی ''ھذا داعی قرامطہ'' کہا جاتا کہ تختی کی یہ غیر واضح تحریر پاسبانوں کے سالار مولس فحل نے لکھوائی تھی تا کہ وزیر کا تیر خالی جائے۔حلاج کو ملنے والی اس سزا سے علماء ظاہریہ کی کچھ تشفی ہوگئی۔یوں پہلے مقدمہ کی کارروائی مکمل ہوئی۔دوسرے مقدمہ کی سماعت کے لئے حلاج کو نظر بند کر دیا گیا۔دوسرا مقدمہ ''انا الحق'' یعنی

Marfat.com

خدائی کے دعوے کا محاکمہ کرنا تھا۔ اُنہیں محل (سرائے سلطان) کے زندان میں رکھا گیا۔ یہاں پر اس بات کو واضح کرنا ضروری ہے کہ حلاج کو پہلے ہی مقدمے میں قتل کی سزا سنا دی گئی تھی مگر دربار کی مداخلت سے یہ سزا تین دن کی رُسوائی میں بدل دی گئی۔ کیونکہ ابھی بادشاہ المقتدر نوعمر تھا اور معاملات میں بڑی حد تک اُس کی ماں کو اختیار حاصل تھا۔ بادشاہ کی ماں حلاج کی بڑی معتقد تھی۔ شاہی محل کی دیگر عورتوں میں بھی منصور حلاج کی روحانیت کا بڑا چرچا تھا۔ کیونکہ عورتیں تعویذ گنڈے اور ایسی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتی ہیں۔

حلاج کی قید جاری تھی لیکن اُسے جیل میں یہ اجازت مل گئی کہ وہ عام قیدیوں میں ارشاد و تبلیغ کر سکتا ہے۔ یوں جیل میں رہتے ہوئے اُسے بادشاہ تک رسائی حاصل ہوئی اور اسی اسیری کے دوران اُنہوں نے کچھ کتابیں بھی تحریر کیں۔ بالخصوص اُن کی تصنیف ''طس الازل'' ان ایام کی یادگار تحریر ہے جو ابلیس کی قیل وقال پر ایک مراقبہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج بارے شطحیاتی گفتگو ہے۔ اس قید و بند کے دوران خلیفہ کو شدید بخار سے نجات دلائی۔ راضی بن جعفر المقتدر (ولی عہد) کے عمانی طوطے کو ''زندہ'' کیا۔ یوں وہ معتزلیوں کو کھٹکنے لگا۔ اُنہوں نے حلاج کو مکار، جادوگر مشہور کر دیا۔ وہ اپنے اس پروپیگنڈہ کو دربار تک لے گئے۔ وزیر ابن فرات جو حلاج کے مخالفین میں سے تھا۔ بادشاہ کی ماں کے خوف سے یہ جرأت نہ کر پایا کہ حلاج کے مقدمہ کو ایک بار پھر محکمہ شرع میں پیش کرے۔

حلاج کے آخری ایام کے افکار کو سمجھنے کے لئے اُن کی زنداں میں تحریر کردہ کتاب ''طاسین الازل'' کا مطالعہ ضروری ہے۔ پہلے پہلے یہ کتاب ابن عطا کو ملی۔ لوئی ماسینوں نے اس رسالے کا پورا نام ''طس الازل والالتباس فی صحۃ الدعاوی بعکس المعانی'' لکھا ہے۔

Marfat.com

دوسرا مقدمہ اور ایامِ اسیری

306ھ کے زمانے میں حکومت ایک بہت بڑے اقتصادی بحران سے دوچار ہوئی تھی۔ ان دنوں منصور حلاج کے شدید مخالف اور دشمن حامد بن عباس نے وزارت کا عہدہ سنبھالا ہوا تھا۔ وہ بھی اہل سُنت تھا مگر کردار کے اعتبار سے نہایت کمزور واقع ہوا تھا اور اپنے روّیوں میں شدید بے رحم آدمی تھا لیکن اس کے ساتھ ایک نیک منش آدمی ابن عیسی بھی کام کررہا تھا۔ اس وقت حامد بن عباس مکمل طور پر شلمغانی کے اشاروں پر چل رہا تھا۔ شلمغانی شیعوں کے غالی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور حامد بن عباس کا داماد شلمغانی کا عقیدت مند تھا جس بنا پر حامد شلمغانی کو نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ یہاں غالیوں کا تعارف ضروری ہے تا کہ ہماری بات واضح ہوتی جائے۔ علامہ شہرستانی غالی شیعوں کے بارے اپنی تصنیف کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں۔

> یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اماموں کے حق میں یہاں تک غلو کیا کہ انہیں مخلوق کی حد سے خارج کر دیا اور ان مین خدائی (الوہی) احکام کا حکم لگایا۔ سو کبھی تو اُنہوں نے اپنے کسی امام کو اللہ سے تشبیہ دی اور کبھی اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دی۔ یوں یہ لوگ حدّ سے بڑھ جانے (غلو) اور حد سے گھٹا دینے (تقصیر) کے دو کناروں پر ہیں۔ ان کے یہ شبہات حلولیہ، تناسخیہ، یہود اور نصاریٰ کے مذاہب سے پیدا

Marfat.com

ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہود نے خالق کو مخلوق کے مشابہہ ٹھہرایا اور نصاریٰ نے مخلوق کو خالق کے مشابہہ قرار دیا۔ یوں یہ شبہات غالی شیعوں (غلاوۃ) کے ذہنوں میں سرایت کر گئے، یہاں تک کہ اُنھوں نے اپنے بعض اماموں کے حق میں خدائی (الٰہی) احکام لگائے تشبیہ (مخلوق کو خالق کے مشابہہ کرنا) اصل ووضع میں شیعوں میں تھی بعدازاں بعض اہل سنت میں بھی عود کر آئی اور (تشبیہ وحلول کی مخالفت میں اہل سنت میں) اعتزال راسخ ہو گیا کیونکہ ان کے خیال میں یہ اعتزال معقول (عقل) سے زیادہ قریب اور تشبیہ حلول سے بہت دور تھا۔

غلاۃ (غالی شیعوں) کی بدعت چار (عقائد) میں محدود ہیں۔ تشبیہ، بدا، رجعت اور تناسخ۔ ان کے مختلف نام ہیں اور ہر شہر میں ان کا ایک علیحدہ لقب ہے۔ انہیں اصفہان میں الخرمیہ اور الکوذیہ، رے میں المزدکیہ اور السنباذیہ، آذربائی جان میں الدقولیہ اور (وہاں کے) بعض مقامات میں المحمرۃ اور ماوراء النہر میں المبیضہ کہا جاتا ہے۔ (غلاۃ) گیارہ اصناف اور اقسام پر مشتمل ہیں۔ (7)

مذکورہ بالا تفصیل سے آپ جان سکتے ہیں کہ خود شلمغانی کی ایمانی حالت کیا ہوگی لیکن اس نے حامد کو یہ باور کرا رکھا تھا کہ اگر حلاج کو چھوڑ دیا گیا تو وہ اُس کی وزارت سمیت خلافت کو ختم کر دے گا۔

اب کیونکہ ملک میں اقتصادی بحران برپا تھا اس دوران جو شورش برپا ہوئی اُس میں حنبلی بھی شریک ہو گئے تھے۔ حنبلیوں کی شرکت نے حامد کو مزید مشکوک کر دیا کہ شلمغانی درست کہتا ہے۔ تو یوں حامد نے حلاج پر مختلف سیاسی الزامات لگائے لیکن اُسے کوئی کامیابی

Marfat.com

حاصل نہ ہوئی۔ اُس کے پاس لے دے کے اب جو دوسرا راستہ بچتا تھا وہ حلاج کے مذہبی نظریات تھے جن پہ وہ علماء ظاہریہ کے مطابق شرعی محاکمہ کا راستہ اپنا سکتا تھا۔ وہ مسلسل حلاج پہ الزامات لگاتا جاتا تھا مگر اُس کا کوئی الزام حلاج کو قابل گرفت نہ بنا سکا۔

جب اقتصادی بحران شدت اختیار کر گیا تو عوام کے اس طوفان کو روکنے کے لئے بادشاہ نے شیعہ وزیر ابن الفرات کو ہٹا کر نیک صفت سُنی علی بن عیسی کو وزارت سونپی لیکن ساتھ ہی حامد بن عباس کو اُس کا معاون مقرر کر دیا۔ ابتداء میں ابن عیسی کو اپنے کام میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی اُس نے ٹیکس، خراج و مالیہ کی سختیاں کم کر دیں۔ ریاست میں نئی شرح سے ٹیکس و مالیہ لاگو کیا۔ کئی ٹیکسوں میں چھوٹ دی۔ قیمتوں پر قابو پایا۔ ابن عیسی کی یہ کامیابیاں حامد کے لئے سوہانِ روح ثابت ہوئیں۔ اسی طرح حلاج کے دشمنوں اور مخالفین میں سپہ سالار مولس رومی بھی شامل تھا اگرچہ کچھ عرصہ تک وہ کُھل کے سامنے نہ آیا جس کی وجہ اُس کا منہ بولا بیٹا حسین بن حمدان تھا (یہ وہی شخص ہے جو 297ھ کی بغاوت کا سرغنہ تھا) اس کی حلاج کے ساتھ دوستی تھی۔ اسی طرح مولس کا ایک اور اہم دوست حاجب نصر قشوری بھی حلاج کے خیر خواہوں میں سے تھا۔ مولس کی مخالفت کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنے مربی و محسن ابن ابی الساج کو ''رے'' کا حاکم بنانا چاہتا تھا جہاں اُس وقت اخ صعلوک تعینات تھا۔ یہ بڈھا کسی ایسے خلفشار کے انتظار میں تھا جس کے دوران وہ اپنی پسند کے لوگوں کو عہدے دلوا سکے۔

جونہی حامد بن عباس نے ابن عیسی کے ساتھ دشمنی آغاز کی تو مولس نے حامد کے ساتھ مل کر خلیفہ کو ذخیرہ اندوزی اور مہنگے داموں گندم فروشی کا لالچی مشورہ دیا۔ خلیفہ کو تو کسی بھی صورت دولت چاہئے تھی۔ ابن عیسی نے دیکھا کہ اس طرح تو بے چارے عوام فاقوں مر جائیں گے اُس نے حامد کے مشورہ کی کھلی مخالفت کر دی۔ بادشاہ نے ابن عیسی کو اُس کے عہدے سے ہٹا کر حامد کو وزیر بنا دیا۔ اس واقعہ کے نتیجے میں شہر میں بلوہ پڑ گیا۔

Marfat.com

حاجب نصر قشوری نے اس بلوے میں حنبلیوں کو ڈھیل دی۔ یوں بغداد کے غریب و بے نوا لوگ امیروں کے غلہ کے گوداموں پر ٹوٹ پڑے۔ جیلوں کے دروازے توڑ ڈالے گئے۔ اس موقع پر حلاج کے مریدوں نے چاہا کہ وہ بھی اس موقعے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بھاگ نکلیں لیکن حلاج نے بھاگنے سے صاف انکار کر دیا۔ یوں جیل ٹوٹ جانے کے بعد بھی حلاج نے فرار ہونے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ اس بغاوت میں شامل نہیں تھا۔ اس شورش کا الزام بھی حامد نے منصور حلاج پر دھر دیا۔ علامہ سیوطی نے ''تاریخ الخلفاء'' میں لکھا ہے۔

> 308ھ میں بغداد کے اندر نرخ گراں ہو گیا۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے کیونکہ حامد بن عباس نے دیہات پر تاوان ڈال دیا تھا۔ نئے نئے مظالم ڈھاتا تھا۔ لوگوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ لوٹ مار شروع ہو گئی فوج کو انتظام اپنے ہاتھ میں لینا پڑا۔ عوام نے فوج کو منتشر کر دیا۔ کئی دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ لوگوں نے قید خانے جلا دیئے...... جیلوں کے دروازے کھول دیئے۔ لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو گیا۔ وزیر پر پتھر برسائے گئے۔ غرض دولت عباسیہ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ (8)

شورش برپا دیکھ کر حامد گندم لانے کے بہانے واسط چلا گیا جبکہ سپہ سالار مولس رومی پہلے ہی یورپ گیا ہوا تھا۔ مولس فاطمیوں پہ فتح پا کے واپس آیا تو شورش کو بھی ختم کیا۔ اب مولس کے پاس یہ موقع تھا کہ وہ اپنے محسن کو رے کا حاکم بنائے۔ اُس نے اپنے کام کا آغاز یوں کیا کہ مشرق کے دیلمیوں کو سیدھا کرنے کا اعلان کیا جبکہ یہ لوگ اخ صعلوک حمایتی تھے۔ اب مولس کے رستے میں علی بن عیسیٰ اور نصر قشوری بھی نہیں تھے جو اخ کے بہی خواہ تھے۔

Marfat.com

حامد نے اسے مشورہ دیا کہ ابن صعلوک کو ختم کرنے سے پہلے وزارت کے ایک اور رکن بلعمی کو معزول کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ سُنی شافعی ہے، حلاج کے عقائد سے متفق ہے اور ابن صعلوک کا حامی ہے۔ اس بغاوت میں حلاج کے حامی حنبلیوں کی شرکت نے حامد کو ایک بار پھر بڑا موقع فراہم کر دیا کہ وہ علی بن عیسیٰ کی طرف سے دبائے گئے دوسرے مقدمہ حلاج کو پھر سے شروع کرے۔

ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شہر میں حلاج کے خلاف ایک کتابچہ تقسیم کیا گیا۔ ظاہر یہ فرقے کے علماء نے فتویٰ جاری کیے منصور حلاج کے مریدوں کے لئے زمین تنگ کر دی گئی۔ اس دفعہ حامد نے ابوبکر بن مجاہد نامی ایک شخص کی مدد سے اپنے منصوبے کو عملی شکل دی۔ یہ اپنے زمانے کا بہت بڑا قاری قرآن تھا۔ عمائدین سلطنت اُس پہ بہت اعتماد کرتے تھے۔ یہ بھی مخالفین حلاج میں تھا اور دربار تک رسائی رکھتا تھا۔

یوں حلاج پر باقاعدہ دوسرا مقدمہ چلنا شروع ہوا۔ مقدمہ میں نہ صرف حلاج کے محاکے کا آغاز بلکہ المقتدر نے یہ سارا معاملہ ہی حامد بن عباس کے سپرد کر دیا۔ اس تبدیلی سے حلاج کے مریدوں پہ ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔ کئی گرفتار ہوئے، کئی مارے گئے، کئی بھاگ کر جان بچا پائے۔

منصور حلاج کے حمایتی حنبلیوں نے اس موقع پر کسی بھی احتیاط و مصلحت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے حامد کے خلاف احتجاج شروع کر دیا۔ اُنہوں نے حلاج کی رہائی کے مطالبہ کے ساتھ ساتھ خراج و مالیہ کی وصولی کے طریقہ پر سخت تنقید کی اور برسرعام حامد پر لعن طعن کی۔ ان احتجاج پسندوں کا رہبر حلاج کا معتقد خاص ابن عطا تھا۔

مشہور مورخ طبری نے ابن عیسیٰ کے ساتھ مل کر احتجاج کرنے والوں کو دنگا و فساد سے روکنے کی کوشش کی تو شورش پسندوں نے بپھر کر طبری کے گھر کا گھیراؤ کر لیا۔ اس سے حامد کو انتقامی کارروائیوں کا مزید موقع مل گیا۔ پولیس نے پوری آزادی سے پکڑ دھکڑ شروع کر

Marfat.com

دی۔ ان باغیوں کا رہنما ابن عطا گرفتار ہوا اور حامد اُسے بھی محاکمہ میں گھسیٹ لایا۔ ابھی تک وہ کسی بھی ایسے آدمی کو پانے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا جو حلاج کے خلاف قطعی گواہی دیتا۔ اُس نے اس کام کے لئے ابن عطا کو ہر طرح سے مجبور کیا مگر اُسے کوئی کامیابی نصیب نہ ہوسکی۔ حالاں کہ اس دوران ابن عطا پر اتنا تشدد کیا گیا کہ وہ زخموں سے چور چور بدن کے ساتھ ہفتہ بھر میں جاں بحق ہوگیا۔ بغداد کے صوفیاء میں ابوالعباس بن عطا پہلا شخص تھا جس نے دفاع حلاج میں اپنی جان تک دے دی۔

دیوان حلاج کے اُردو مترجم مظفر اقبال لکھتے ہیں۔

> ابن عطا پر اس قدر تشدد کیا گیا کہ اُن کے ناک سے خون بہہ نکلا پھر رات کی تاریکی میں اُنہیں اُن کے مکان پر چھوڑ دیا گیا۔ سات روز کے بعد وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔(9)

اب حامد کو کسی بھی طور ایک ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو یہ گواہی دے سکے کہ موجودہ بغاوت حلاج کے کہنے پر ہوئی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حلاج کا اس شورش سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس لئے حامد اُسے باغی قرار نہ دلواسکا۔ اب اُس نے ایک اور پینترا بدلا کے مذہبی چال چلی۔ اس غرض کے لئے اُس نے اپنے ایک آدمی ابوعمر حمادی کو استعمال کیا۔ اس آدمی نے حامد کے کہنے کے مطابق قاضی شرعیہ کو درخواست دی کہ حلاج کہتا ہے ادائے حج کے لئے کعبہ دل کی نذر و زیارت کافی ہے۔ حج سے دوری قرامطہ کا مسلک ہے حلاج بھی قرامطی ہے۔ جس کی سزا موت ہے۔ قرمطی اسماعیلی شیعوں کے ہم مشرب تھے اور دو نمازوں کے قائل تھے اور ابھی تک بیت المقدس کو اپنا قبلہ قرار دیتے تھے۔ ابوعمر ایک درباری اور ابن الوقت آدمی تھا۔ اُس کی تلون مزاجی مشہور تھی وہ علم مسائل فقہ میں کمزور تھا۔ اس نے قاضی القضاۃ کا عہدہ حاصل کرنے کے لئے حلاج سے حامد بن عباس کی خوشنودی کی خاطر دشمنی کی۔

Marfat.com

حامد یہ بھی چاہتا تھا کہ کسی طرح بغداد شہر کا حنفی سُنی قاضی ابن بہلول بھی ابوعمر کا ہم نوا بن جائے۔ لیکن اُنہوں نے اس سے صاف انکار کر دیا۔ البتہ اُس کا نائب ابوالحسن اشنائی اس کام کے لئے راضی ہو گیا۔ یوں مذہب کے نام پر کچھ الزامات تراشے گئے اور محاکمہ شروع ہو گیا۔

جب شرعی محاکمہ میں بھی حلاج گرفت میں آتا نہ دکھائی دیا تو حامد نے حلاج پر خدائی کا دعویٰ کرنے کا الزام لگایا۔ اس الزام کے ثبوت میں ایک خط پیش کیا۔ ابوبکر بن شاد سے روایت ملتی ہے کہ دینور کے مقام پر ایک آدمی سے حلاج کا خط برآمد ہوا جس کا آغاز یوں ہوتا تھا۔

من الرحمٰن والرحیم الی فلاں بن فلاں۔

ترجمہ: رحمٰن ورحیم کی طرف سے فلاں بن فلاں شخص کے نام۔

عدالت میں یہ خط حلاج کے سامنے لا کر دریافت کیا گیا کیا یہ خط تمہارا ہے؟ حلاج نے خط واچھی طرح دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں یہ خط میرا ہی ہے۔

اس پر حامد بن عباس غصہ میں آ کر بولا۔ کل تک تم نبوت کے دعوے دار تھے اب خدائی دعویٰ کرنے لگے ہو۔ اس واقعہ کا تذکرہ مورخ خطیب بغدادی کے ہاں بھی یوں ملتا ہے کہ حامد کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ حلاج نے پہلے نبوت کا دعویٰ بھی کیا ہوا تھا مگر جب خدائی دعویٰ کیا تو تب دھر لیے گئے۔ یہاں حامد کا یہ الزام نہایت بچگانہ سا لگتا ہے کہ ایسے شدید مخالف کی موجودگی اور ایک اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے نبوت کا کوئی دعویدار بھلا کیسے گرفت سے بچا رہ سکتا ہے۔ اِس کے علاوہ حلاج نے اپنے اوپر لگائے گئے الزام کی تردید بڑے واشگاف لفظوں میں کی جو کچھ اس طرح تھے۔

''معاذ اللہ میں نہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور نہ خدائی کا۔ میں تو ایک عام سا آدمی

Marfat.com

ہوں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں، روزے رکھتا ہوں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا۔"

اب چاہیے تو یہی تھا کہ ملزم کے توحیدی اقرار کے بعد اُسے ہر صورت بری کر دیا جاتا مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ اُس کو کئی اور طریقوں سے پھانسنے کی کوششیں جاری رہیں۔

حامد بن عباس نے ایک اور سوال کیا۔ اگر تم خود کو ایک بندہ خدا سمجھتے ہو تو پھر یہ جملہ جو آپ نے اپنے خط میں تحریر کیا "الرحمان الرحیم" کی طرف سے، اس کا کیا مطلب ہے؟ حلاج نے جواباً جو کہا اُس پر علماء نے ایک طویل بحث اُس وقت کی۔ کئی علماء نے اپنے دلائل سے یہ ثابت کیا کہ حلاج نے کچھ بھی خلاف شرع نہیں کہا ہے۔ لیکن اُس وقت ابو محمد جزیر طبری نے یہ کہا تھا کہ ایسا کہنے والا کافر اور واجب القتل ہے۔ کئی محققین نے طبری کے اس فتویٰ کو غلط قرار دیا۔ ان لوگوں کی دلیل یہ تھی کہ جب حلاج نے اپنے خط کی وضاحت کر دی پھر اُنہیں کافر اور واجب القتل قرار دیا جانا کیسے درست ہو سکتا تھا۔

خطیب بغدادی کے مطابق اسی خط کو بنیاد بنا کر حلاج کے قتل کا فرمان جاری کیا گیا۔ جبکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے کیونکہ علماء اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت حلاج کو کافر ثابت کرنے میں ناکام رہی۔ یہ واقعہ کبھی بھی اُن کے قتل کا سبب نہیں بنا بلکہ کئی مورخین نے تو اس خطیب بغدادی کی یہ روایت ہی رَد کر دی۔

عدالت کی جس سماعت میں حلاج کے خلاف فتویٰ پر دستخط لئے تھے اُس کی کارروائی تین مختلف تحریروں کی صورت باقی ہے۔ ان سب میں مشترک بات یہ ہے کہ یہ فتویٰ اس بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا کہ حلاج نے حج کے متعلق جو کچھ کہا وہ دین اسلام کے مطابق درست نہیں، اس لئے وہ واجب القتل ہیں۔ حلاج نے ان تینوں تحریروں میں اپنے دفاع میں کہا کہ وہ خود یہ بات نہیں کہتے بلکہ حسن بصری کی کتاب "الاخلاص" میں ایسا لکھا ہے۔ جو کچھ اُنہوں نے بیان کیا ہے وہ ان تک متواتر راویوں کے ذریعے پہنچا ہے۔

یوں قاضی ابو عمر جیسے کور چشم نے حلاج کے خلاف فتوے پر دستخط کیے۔ اس کے بعد

Marfat.com

83 سرکاری گواہوں نے بھی دستخط کیے۔ حامد بن عباس نے فتویٰ لفافے میں بند کر کے حاجب نصر کے ذریعے خلیفہ کی توثیق کے لئے بھجوا دیا۔ جب دو دن تک خلیفہ کی طرف سے کوئی بھی جواب نہ آیا تو حامد کو بڑی بے قراری ہوئی۔ اب اُس نے براہ راست خلیفہ کو یہ لکھ بھیجا کہ عدالت کی کارروائی باقاعدہ تحریری صورت میں نشر ہو چکی ہے۔ عوام میں اس بات پر بے چینی پائی جاتی ہے کہ عدالت کے فیصلے پر کوئی عمل نہیں ہو رہا۔ خدشہ ہے کہ ایسی صورت میں حالات نہایت سنگین صورت اختیار کر لیں گے۔ اس پر بادشاہ وقت المقتدر نے سزائے موت کی توثیق کر دی۔

حلاج پر مقدمہ و محاکمہ کی تفصیل طویل بھی ہے اور دلچسپ بھی یہاں اُس کا سرسری ذکر کرتے ہیں آگے چل کے اس موضوع پہ زیادہ بات کریں گے۔

محاکمہ کے دوران اُن سے یہ بھی پوچھا گیا کہ خدا کی موجودگی کی دلیل و برہان کیا ہے؟

حلاج نے جواب دیا۔ ''وہ شواہد جو حق تعالیٰ اہل اخلاص پر ظاہر کرتا ہے۔ جن کی طرف روح کھینچی جاتی ہے۔'' اس پر عدالت کے کارندوں نے کہا یہ اہل زندقہ کی زبان ہے۔ حامد نے اس پر قاضیوں سے کفر کا فتویٰ طلب کیا مگر حلاج نے ان کے سامنے کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اپنے عقیدہ کی وضاحت کر دی یوں قاضی خاموش ہو گئے۔ محاکمہ کے دوران ان پر ہندوستان جا کر جادوگری سیکھنے کا الزام بھی تھا جس کے ذریعے اُس نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ اس ضمن میں حلاج کے سُسر ابو یعقوب اقطع نے گواہی لی گئی۔ اُس نے اپنی گواہی میں کہا کہ میں نے منصور کا اچھا طریقہ اور مجاہدہ دیکھ کر اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کی لیکن تھوڑے ہی عرصے میں مجھ پر یہ راز کھلا کہ وہ تو حیلہ جو، ساحر اور کافر ہے۔

ہندوستان جا کر جادو سیکھنے والے قصے کی بنیاد علی بن احمد حاسب کی روایت پر باندھی گئی۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ بادشاہ وقت نے کسی کام کے سلسلے میں مجھے

Marfat.com

ہندوستان بھیجا۔ کشتی میں میرے ساتھ ایک ایسا آدمی بھی تھا جسے حسین بن منصور کہتے تھے۔ بطور مسافر کے وہ اچھا ہم سفر تھا۔ ہندوستانی ساحل پر اُترتے وقت جب قلیوں سے سامان اُتروار ہے تھے تو میں نے حسین سے پوچھا کہ آپ کے یہاں آنے کا کیا قصد ہے؟

حلاج نے جواباً کہا کہ میں جادو سیکھنے آیا ہوں اور لوگوں کو خدا کی طرف بھی بلاؤں گا۔ وہاں ساحل کے قریب ہی ایک جھونپڑی میں ہماری ملاقات ایک بڈھے سے ہوئی۔ حلاج نے اُسے کہا کیا تم کسی ایسے آدمی کو جانتے ہو جو جادو سکھاتا ہو۔ بڈھے نے یہ سن کر سوت کی ایک اَٹی نکالی جس کا ایک سرا منصور کو تھما کے اَٹی ہوا میں اُچھال دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس کی ایک لمبی سی سیڑھی بن گئی۔ بوڑھا اس سیڑھی پر چڑھتا گیا اور پھر نیچے اُتر آیا۔ حلاج سے کہنے لگا تم یہی چاہتے ہو نہ ہو۔ اس کے بعد حلاج اور ہم جدا ہو گئے پھر کئی برس بعد میں نے اُسے بغداد میں دیکھا۔

اس محاکمہ کے دوران حامد کئی بار اُلٹے سیدھے سوالات کر کے حلاج کو اشتعال دلانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ حلاج اپنے مُنہ سے کوئی غیر معقول بات کسی بھی طرح نکالے تاکہ وہ دھرا جائے اور اُسے واجب القتل قرار دے دیا جائے۔ مگر حامد کے لئے کوئی بات بن نہ سکی۔

اب حامد کے خوشامدیوں اور حواریوں نے اُنہیں یہ راہ دکھائی کہ منصور ایک چالاک و ہوشیار آدمی ہے۔ وہ خدائی دعویٰ بھی کرتا ہے مگر علماء کے سامنے مکر جاتا ہے۔ اس کی خدائی کا اقرار کرنے والے لوگوں کو گرفتار کر کے عدلت میں ان کی اقراری گواہی لی جائے تو اس طرح حلاج کو پھانسا جا سکتا ہے۔ حامد کو یہ تجویز بہت پسند آئی۔ اُس نے سوچا اگر حلاج کے مُرید اُسے خدا مان لیتے ہیں تو وہ خود بخود مجرم ثابت ہو جائے گا۔ یہ طریقہ زیادہ آسان ہے۔ پھر اس نے بلا تاخیر کچھ لوگ گرفتار کیے جو حامد کے مخبروں کے مطابق حلاج کی خدائی کے قائل تھے یا پھر ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اُنہیں باقاعدہ اس کام کی خاطر تیار کیا گیا ہو۔

Marfat.com

ان لوگوں کو بھی پکڑ کر عدالت میں پیش کیا گیا۔ اُنہوں نے اقرار کیا کہ ہم حلاج کے اصحاب اور منادی ہیں۔ ان الفاظ سے تو کہیں پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ان لوگوں کے نزدیک حلاج خدائی کے دعویدار تھے۔ کیونکہ اصحاب کا لفظ دوستوں اور اطاعت گزاروں کے لئے جبکہ منادی کا لفظ اعلان کرنے والوں اور دعوت دینے والوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ جب ان لوگوں سے یہ پوچھا گیا کہ تمہارے نزدیک حلاج کی حیثیت کیا ہے تو ان لوگوں نے کہا ہمارے نزدیک وہ خدائی صفات رکھتا ہے۔ عدالت نے پوچھا وہ کیسے تو کہنے لگے اس لئے کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے کیونکہ اُس نے ولی عہد کے عمانی طوطے کو زندہ کیا تھا۔

اب حامد نے حلاج سے درشت لہجے میں پوچھا کہ ان لوگوں کو جانتے ہو۔ (جو حلاج کی خدائی کا اقرار کر چکے تھے) ہاں میں انہیں جانتا ہوں یہ اکثر میرے پاس آتے رہے۔ اب حامد نے نہایت غصے میں یہ کہا کہ یہ لوگ تمہیں خدا سمجھتے ہیں۔ اب بولو تم اپنے بارے میں کیا کہتے ہو۔

حلاج نے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا میں کسی دوسرے آدمی کے افعال واقوال کا ذمے دار کیسے ہو سکتا ہوں۔

حلاج کے خدائی دعویٰ کے متعلق عرب مورخ غریب بن سعد قرطبی لکھتا ہے۔

حلاج کے دعویٰ بارے بصرہ کے ایک شخص نے سب سے پہلے یہ انکشاف کیا۔ یہ بطور سرکاری گواہ بھی پیش ہوا۔ اس نے وزیر علی بن عیسیٰ کے سامنے کہا کہ میں حلاج کے اصحاب کو جانتا ہوں۔ یہ مختلف شہروں میں پھیلے ہیں اور لوگوں کو حلاج کی خدائی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ شروع میں، میں بھی اس کے طلسم میں آیا تھا لیکن بعد میں مجھ پر اُس کی عیاری کھلی تو میں نے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب تک میں اپنی اس غلطی پر خدا سے استغفار کر رہا ہوں۔

Marfat.com

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بصرہ کے اس گمنام شخص نے اور انکشاف بھی کیا جو یہ تھا کہ دربار خلافت کا منشی ابوعلی ہارون بھی حلاج کو خدا مانتا ہے۔ اُس نے حلاج کی شان میں ایک کتاب تحریر کی ہے جس میں حلاج کے شعبدوں اور مافوق الفطرت واقعات کا احوال درج ہے۔ حلاج کے بیشتر عقیدت مندوں کے پاس یہ کتاب موجود ہے۔ اس کا مطالعہ وہ عقیدت سے کرتے ہیں۔

ابن سعد قرطبی کے مطابق حلاج جب شاہی محل میں نظر بندی کے دن گزار رہا تھا تب اُسے لوگوں سے ملنے کی اجازت تھی۔ ان دنوں نصر قشوری حاجب کو حلاج پر نگران مقرر کیا گیا۔ وہ بھی حلاج کا قائل وگھائل ہوا (مخالفین حلاج کے مطابق وہ بھی حلاج کے فریب میں آ گیا) اس کے علاوہ شاہی خدام بھی حلاج کے سحر میں مبتلا ہوئے۔ جب خلیفہ کو اس بات کا پتہ چلا تو اُنہوں نے حلاج کو علی بن عیسیٰ کی تحویل میں دے دیا۔ یہاں ایک اور دلچسپ روایت ملتی ہے کہ علی بن عیسیٰ نے حلاج کو اپنے پاس بُلا کر ذلت آمیز لہجے میں کہا۔ میں نے سنا ہے تم خدائی دعویٰ کرتے ہو۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ خدا ہو کر ایک بندے کے سامنے زنجیروں میں جکڑے ایک مجرم کی طرح بے بس کھڑے ہو۔ حلاج خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ تو کیسا خدا ہے یہاں سے چلا کیوں نہیں جاتا۔

سعد بن قرطبی کی روایت کے مطابق حلاج نے آگے قدم بڑھایا زنجیریں بج اُٹھیں جس سے در و دیوار میں اک گونج پیدا ہوئی۔ حلاج علی بن عیسیٰ کے قریب ہو کے جلال میں بولے۔ علی میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ حدود سے تجاوز نہ کرو گرنہ میں تجھ پر زمین کا تختہ اُلٹ دوں گا۔

علی بن عیسیٰ کانپ گیا۔ خدا معلوم زنجیروں میں جکڑے قیدی کے الفاظ نے اُس پر کیا اثر کیا کہ ایک صاحب اقتدار خوف زدہ ہو کر رہ گیا۔ علی بن عیسیٰ نے مزید حلاج سے کوئی بات نہ کی اور پھر خود کو اس معاملہ سے الگ کر لیا۔ حامد بن عباس کو یہ خوف کھائے جاتا تھا کہ

Marfat.com

اگر حلاج بچ گیا تو قنائی تحریک (جو زیدیہ زنج پر مشتمل تھی) کے لوگ پھر مضبوط ہو جائیں گے اور اس کا اقتدار و عہدہ خطرے میں پڑ جائے گا۔ یہاں ہمیں زیدیہ کو جاننا ضروری ہے تا کہ اُن کی شورش و تحریک و کردار سمجھ آ سکے۔

زید پیرو ہیں، زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے۔ اُنہوں نے سلسلہ امامت کو (حضرت) فاطمہؓ کی اولاد میں جاری کیا اور ان کے علاوہ کسی اور خاندان میں امامت کو جائز نہیں قرار دیا۔ مگر اُنہوں نے اس بات کو جائز ٹھہرایا ہے ہر فاطمی جو عالم، شجاع اور سخی ہو اگر امامت کے ساتھ خروج کرے تو وہ امام واجب الاطاعت ہے۔ خواہ یہ شخص (حضرت) حسن یا (حضرت) حسینؑ کی اولاد سے ہو۔ اِسی بنا پر اُن میں سے ایک جماعت نے عبداللہ بن حسن بن حسن (بن علی بن ابی طالب) کے دو بیٹوں محمد (النفس الزکیہ) اور ابراہیم (النفس الرضیہ) کی امامت کو جنہوں نے (عباسی خلیفہ) المنصور کے زمانے میں خروج کیا تھا اور اس میں مارے گئے تھے، جائز قرار دیا۔ ان کے نزدیک (ایک ہی وقت میں) دو علاقوں میں ایسے دو اماموں کا جو امامت کی شرائط پوری کرتے ہوں، خروج جائز ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک (امام) واجب الاطاعت ہوگا۔

زید بن علی (بن حسین بن علی بن ابی طالب) کا مذہب یہی (زیدیہ) ہے سو اُنہوں نے چاہا کہ، اُصول و فروع کی تحصیل کر کے اس کی مذہبی بنیادیں فراہم کر دیں۔ اس مقصد سے اُنہوں نے اُصول کی تعلیم معتزلہ کے سرکردہ شخص واصل بن عطاء الغزال الالثغ (توتلے ہکلے) سے حاصل کی۔ حالاں کہ واصل ان کے جدامجد (حضرت) علی

Marfat.com

بن ابی طالبؓ کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ ان جنگوں میں جو ان کے اور اصحاب جمل و اہل شام کے مابین ہوئیں یقینی طور پر برسرحق نہ تھے اور ان جنگوں میں فریقین میں سے ایک فریق غلطی پر تھا مگر کون فریق غلطی پر تھا اس کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ زید نے (واصل) سے اعتزال کی تحصیل کی اور ان کے تمام اصحاب (متبعین) معتزلی ہو گئے۔

زید کے مذہب کی ایک اصل یہ ہے کہ افضل کی موجودگی میں، مفضول کی امامت جائز ہے۔ اُنہوں نے کہا ہے کہ: (حضرت) علی ابن ابی طالبؓ تمام صحابہ سے افضل تھے، مگر عوام کے دلوں کو موہنے اور آتش فتنہ کو فرو کرنے کے دینی اُصول اور مصلحت (وقت) کو ملحوظ رکھتے ہوئے خلافت (حضرت) ابوبکر صدیقؓ کو تفویض کر دی گئی۔ کیونکہ عہد نبوی میں لڑی گئی جنگوں کا زمانہ قریب تھا اور امیر المومنین کی تلوار مشرکین قریش وغیرہ کے خون سے ابھی خشک نہیں ہوئی تھی اور لوگوں کے دلوں میں طلب انتقام کے کینے اور عداوتیں ابھی موجود تھیں (اس صورت میں) لوگوں کے دل (حضرت علی کی) جانب پوری طرح مائل نہیں ہو سکتے تھے اور اُن کی گردنیں مکمل طور پر ان کے آگے جھک نہ سکتی تھیں۔ اس لئے مصلحت کا تقاضہ یہ تھا کہ (خلافت) پر ایسا شخص فائز ہو جس کی نرمی، دل جوئی، بن رسیدگی، سبقت الی الاسلام اور رسول اللہ سے قرب کو لوگ جانتے ہوں اور اس سے سب اچھی طرح واقف ہوں۔ کیا یہ بات معلوم نہیں ہے کہ جب (حضرت) ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مرض الموت میں (حضرت) عمر بن خطابؓ

Marfat.com

کو امر خلافت تفویض کر دینا چاہا تو لوگ چیخ پڑے اور بولے ''آپ نے ہم پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو مزاج کے اکھڑ اور سخت ہیں۔'' (صحابہ) امیر المومنین عمر بن خطابؓ کی شدت، سختی اور دین میں ان کے تشدد اور دشمنوں پر سخت گیری کے سبب (ان کی خلافت پر) راضی نہ تھے یہاں تک کہ (حضرت) ابوبکر صدیقؓ نے اُنہیں یہ کہہ کر مطمئن کیا کہ ''اگر مجھ سے (اس بارے میں) میرا رب پوچھے گا تو میں اُس سے کہوں گا کہ میں نے (مسلمانوں) پر ان کے لئے جو شخص سب سے اچھا اور موزوں تھا اُسے امیر و والی بنایا۔''

اسی طرح یہ بات بھی جائز ہے کہ: مفضول امام ہو اور افضل موجود ہو اور (مفضول) احکام کے بارے میں اس سے رجوع کرے اور مقدمات و قضایا میں اسی کے فیصلے کے مطابق حکم صادر کرے۔

جب کوفہ کے شیعوں نے (زید کی) یہ بات سنی اور انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ وہ حضرات شیخین سے تبریٰ (اظہار لاتعلقی) نہیں کریں گے تو ان کو چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اُن پر وہ وقت آ گیا جو اُن کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ (یعنی وہ شہید کر دیئے گئے) اسی لئے (زید کو چھوڑنے والوں کو) رافضہ کا نام دیا گیا۔

زید اور ان کے بڑے بھائی حضرت محمد الباقر بن علی کے مابین کئی مناظرے ہوئے (بحث ہوئی) مگر اس لئے نہیں کہ (وہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے قائل تھے اور شیخین سے اظہارِ برأت نہیں کرتے تھے) بلکہ اس بناء پر (یہ بحثیں ہوئیں) کہ اُنہوں نے واصل کی شاگردی اختیار کر لی تھی، اور وہ ایسے شخص سے علم حاصل

Marfat.com

کر رہے تھے جو ناکثین، قاسطین اور مارقین کے خلاف جنگ کرنے میں ان کے جدِ امجد (حضرت علیؓ) کو برسر خطا سمجھتا تھا اور یہ کہ قدر کے مسئلہ میں وہ اہلِ بیت کے مسلک کے خلاف باتیں کرتے تھے اور یہ کہ وہ کسی امام کے امام ہونے کے لئے خروج (حکومت وقت کے خلاف اعلان بغاوت) کی شرط عائد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن امام محمد الباقر نے زید سے کہا کہ "تمہارے مذہب کے مطابق تو تمہارے والد (امام علی السجاد) بھی امام نہیں تھے کیونکہ اُنہوں نے کبھی خروج نہیں کیا اور نہ ہی خروج کی کوشش کی۔"

جب زید بن علی شہید کر دیئے گئے اور انہیں سولی دے دی گئی تو ان کا بیٹا یحیٰی امام ہوا۔ وہ خراسان چلا گیا۔ وہاں ایک بھاری جمعیت اُس کے گرد جمع ہو گئی۔ اس کے پاس وہاں امام جعفر صادق بن محمد کی طرف سے یہ پیشین گوئی پہنچی کہ وہ اپنے باپ کی طرح مقتول اور مصلوب ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یحیٰی بن زید کے بعد فرقہ زیدیہ کی سربراہی محمد (النفس الزکیہ) اور ابراہیم (النفس الرضیہ) کو تفویض ہوئی۔ ان دونوں بھائیوں نے مدینہ میں خروج کیا۔ محمد مدینہ میں مارے گئے۔ ان دونوں کے گرد بھی لوگ جمع ہوئے۔ مگر عباسی افواج سے جنگ میں یہ بھی قتل ہوئے۔

امام جعفر صادقؒ نے ان تمام واقعات کی خبر دے دی تھی جو اُن کے ساتھ پیش آئے اور اُنہیں بتا دیا تھا کہ اُنہیں اُن کے آباءؒ نے ان ساری باتوں کی اطلاع دے دی ہے، اور یہ کہ بنواُمیہ لوگوں پر ظلم کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر پہاڑ بھی ان سے سرکشی کریں گے

Marfat.com

تو وہ ان پر غالب ہو جائیں گے۔ وہ اہلِ بیت سے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ کسی اہلِ بیت کا اُن کے خلاف خروج اس وقت تک مناسب اور جائز نہیں ہے جب تک کہ اللہ اُن کی بادشاہت کے زوال کا حکم نہ دے۔ اس گفتگو کے دوران میں (امام جعفر صادق) محمد بن علی عبداللہ بن عباس کے دو بیٹوں ابوالعباس اور ابوجعفر کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اس طرح اُنہوں نے (ابوجعفر) منصور کی طرف اشارہ کر کے کہا ''خلافت کے معاملے میں ہم اُس وقت ملوث نہ ہوں گے جب تک کہ یہ اور اس کی اولاد اس پر قبضہ کر کے خلافت سے بہرہ اندوز نہ ہولے۔''

زید بن علی کوفہ کے مقام کناسہ میں مارے گئے۔ انہیں ہشام بن عبدالملک نے قتل کرایا۔ یحییٰ بن زید کو خراسان کے مقام جوزجان میں وہاں کے گورنر نے قتل کروایا۔ محمد الامام (النفس الزکیہ) مدینہ میں مقتول ہوئے۔ اُنہیں عیسیٰ بن ماہان نے قتل کیا (درست نام عیسیٰ بن موسیٰ عباسی ہے) ابراہیم الامام بصرہ میں مارے گئے۔ ان دونوں کو المنصور کے حکم سے قتل کیا گیا۔

خراسان میں ان کے رئیس ناصر اطروش کے ظہور و غلبہ تک فرقہ زیدیہ کے حالات میں کوئی درستی و نظم پیدا نہ ہو سکا۔ وہاں (عباسی والیوں نے) اس کی تلاش شروع کی تاکہ اُسے قتل کر دیں سو وہ روپوش ہو گیا اور وہاں سے ہٹ کر دیلم اور جیل کے علاقے میں چلا گیا۔ یہ لوگ اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے (ناصر اطروش نے) انہیں زید بن علی کے مذہب کے مطابق اسلام کی دعوت دی۔ اُنہوں

Marfat.com

نے اسے قبول کیا اور اس مذہب پر اُن کی نشو ونما ہوئی، سوان مقامات میں اب تک (یعنی شہرستانی کے زمانے تک) زیدیہ غالب اکثریت میں ہیں، اور ان کو غلبہ حاصل ہے۔ بعدازاں یکے بعد دیگرے زیدی امام دیار دیلم میں خروج کرتے ہیں اور ان لوگوں کے والی و حاکم ہو جاتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے چچازاد موسوی جو امام موسیٰ کاظم کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ائمہ سے مسائل اُصول میں اختلاف کیا۔ بعد میں زیدیہ کی اکثریت مفضول کی امامت کے عقیدے سے پھر گئی اور اسی طرح صحابہ کو مطعون کرنا شروع کیا جیسا کہ امامیہ کرتے ہیں اور وہ امامیہ کی طرح صحابہ کی بُرائیاں کرنے میں لگ گئے۔

!ان زیدیہ کی تین بڑی قسمیں ہیں۔

(1) جارودیہ، (2) سلیمانیہ، (3) بتریہ۔ (10)

یہ ہیں وہ زنجی زیدیہ جن کے ساتھ کبھی حلاج رہا۔ اس وابستگی نے حلاج کو بہت بدنام کیا۔ حامد جیسے مخالفین حلاج کو اس عارضی وابستگی نے (جو اُن کی زیدیہ کے ساتھ رہی) نے اُن کے باغی ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ کیونکہ بطورِ خاص حامد کو بڑی حد تک یہ خوف گھیرے ہوئے تھا۔ اگر منصور حلاج زندہ رہے تو کسی بھی وقت مخالف و باغی سیاسی عناصر ان کی ذات کو مرکز بنا کر اپنی تحریک منظم کر سکتے ہیں۔ چاہے اس میں حلاج کی خوشنودی نہ بھی ہو۔

!انہی دنوں میں حامد کو مخبروں نے بتایا کہ بغداد میں بنت سمری نامی ایک جوان عورت منصور کے دعویٰ خدائی کی گواہ ہے۔ یہ عورت سمری نام کے ایک آدمی جو حلاج کا مرید تھا اُس کی بیٹی ہے۔ بنت سمری کو طلب کیا گیا۔ جب وہ حامد کے پاس لائی گئی تو اس وقت محفل میں دو معتبر لوگ ابوالقاسم زنجی اور ابوعلی احمد بن نصر موجود تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عورت

Marfat.com

نہایت خوبصورت اور فصیح البیان تھی۔ اس بار حامد نے منصوبہ یوں بنایا کہ بنت سمری کو کچھ دن حلاج کے ساتھ تنہائی میں رکھا جائے۔ اس طرح حلاج کے خدائی دعویٰ کے ساتھ ساتھ کمزوریِ کردار کا ثبوت بھی ہاتھ آ جائے گا۔ حامد نے بنت سمری کو یہ ذمے داری سونپ کر کہ وہ خلوت میں کچھ دن حلاج کے ساتھ گزارے۔ اس دوران جو واقعات پیش آئیں اُنہیں میرے روبرو آ کر سناؤ۔ بنت سمری کو حلاج کے ساتھ ٹھہرا دیا گیا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ عورت چند ہفتے حلاج کے ہمراہ رہی لیکن کسی مورخ نے بنت سمری کے حلاج کے ساتھ رہنے کی مدت کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔

جب طے وقت بیت گیا تو حامد نے بنت سمری کو بُلا کر پوچھا کہ کیا واقعات پیش آئے تو بنت سمری کہتی ہے ''وہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہیں۔'' یہ جواب سُن کر حامد کو بڑی مایوسی ہوئی کیونکہ اس کا خیال تھا زیادہ کچھ بھی نہیں تو کم از کم حلاج کی پاکدامنی تو داغدار ہو ہی چکی ہوگی اور کوئی نہ کوئی ایسی بات تو مل ہی جائے گی جس سے حلاج کو گرفت میں لایا جا سکا۔

جب زچ ہو کر حامد نے بنت سمری سے ایک ایک بات پوچھی تو وہ بتاتی ہیں، حلاج ہر وقت اپنے خیالات میں ڈوبے رہتے۔ البتہ ایک دن اُنہوں نے مجھ سے یہ ضرور کہا، میں نے تیرا نکاح اپنے بیٹے سلیمان سے کر دیا ہے جو مجھے اپنی اولاد میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ اس وقت نیشا پور میں قیام پذیر ہے۔ تم جلد وہاں پہنچ جاؤ گی۔ یہ بھی کہا کہ میاں بیوی میں کوئی تلخ کلامی اور جھگڑا ہو ہی جاتا ہے۔ میں نے تیرے متعلق سلیمان کو ہدایت کر دی ہے۔ اگر پھر بھی کسی دن تلخی ہو جائے تو اُس دن روزہ رکھنا۔ دن غروب ہونے پر چھت پہ چلی جانا نمک سے روزہ افطار کر کے میری طرف توجہ دینا۔ جو بات آپ کو بُری لگی ہو وہ بتانا میں تیری بات سنوں گا اور تجھے دیکھوں گا۔

بنت سمری کی یہ باتیں سن کر حامد چلایا کہ یہی تو خدائی دعویٰ ہے کیونکہ بندوں

Marfat.com

کے حالات سے ہر جگہ آگاہ تو صرف رب کی ذات ہے۔ وہی حالات کا علیم وخبیر ہے۔
حامد نے مجلس میں موجود علماء اور فقہاء سے اپنے موقف کی تائید چاہی تو اُنہوں نے حامد کی دلیل مسترد کر دی۔ حامد پھر بنت سمری سے مخاطب ہوا۔ یاد کرو کوئی بات تو ایسی جس سے حلاج کا کفر ثابت ہوتا ہو۔ وہ عورت کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے لگی ہاں ایک واقعہ ایسا ہے۔
میں ایک دن چھت سے اُترتی تھی۔ حلاج کی بیٹی بھی میرے ساتھ تھی۔ حلاج صحن میں موجود تھے۔ ہم جب صحن میں حلاج کے سامنے آئے تو اُس کی بیٹی نے کہا ''ان کے آگے سجدہ کرو'' میں چونک گئی اور سوال کیا، کیا اللہ کے سوا بھی کوئی معبود ہے۔ حلاج نے میری بات سن لی اور کہا ہاں آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

تاریخ ہمیں یہ بتانے سے تو قاصر ہے کہ بنت سمری نے حلاج کو سجدہ کیا کہ نہیں لیکن حامد کو اپنا مقصد حاصل نہ ہو سکا کیونکہ علماء نے کہا جب حلاج نے یہ کہہ دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو پھر کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اگر اس عورت کو تعظیمی سجدے کے لئے کہا گیا تھا تو تب بھی یہ ایک فقہی غلطی تھی۔ مگر کسی طور یوں حلاج پر خدائی دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

بنت سمری نے حامد کو حلاج کی روحانیت کے بھی کچھ واقعات سنائے جنہیں مورخین نے شعبدہ بازی لکھا ہے۔ بنت سمری کہتی ہے کہ ایک دن حلاج نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا جہاں بوریے کا فرش بچھا تھا۔ اُنہوں نے مجھے بیٹھنے کو کہا۔ جب میں بیٹھ چکی تو پوچھا کیا تمہیں دولت چاہئے۔ مجھے اُن کے سوال نے حیران کر دیا کہ جیل میں بند آدمی مجھ سے ایسے پوچھ رہا ہے جیسے دولت کے ڈھیر پر بیٹھا ہو، اور کہنے لگا یہ مت سوچو کہ اس حال میں مبتلا آدمی تمہیں کیا دے سکتا ہے۔ مجھے اس پر اور بھی حیرت ہوئی کہ اس نے میرے خیالات کیسے جان لئے۔ میں نے گومگو کی حالت میں کہا بزرگوار دولت کی کسے ضرورت نہیں۔ کہنے

Marfat.com

لگے پھر جہاں سے چاہو بوریا اُٹھا کے دولت حاصل کرلو۔ جب میں نے ایک کونے کا انتخاب کر کے وہاں سے بوریا اُٹھایا تو مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ پورے فرش پر دینار ہی دینار تھے۔ جیسے فرش دیناروں سے بنایا گیا۔ دوسرے کونے کو منتخب کیا تو وہاں بھی یہی صورت دیکھی۔

بنت سمری سے یہ واقعہ سن کر حامد اور علماء اس بات پر متفق ہوئے کہ یہ شعبدہ بازی ہے اور اسلام میں جادو حرام ہے۔ اس طرح ان پر کفر کا الزام عائد ہو سکتا ہے لیکن یہ بات سزائے موت کے قابل نہیں ہے۔

ابوالقاسم زنجی جو حلاج کے شدید مخالفین میں شمار ہوتا ہے۔ اُس نے کہا کہ حلاج کے عقیدت مندوں سے حاصل کئے گئے خطوط میں کئی باتیں ایسی ہیں جو قابل گرفت اور عجیب ہیں۔ حامد کی مجلس محاکمہ کے اراکین نے ابوالقاسم کی کسی بات کو حلاج کے خلاف شرعی حکم کے قابل نہ سمجھا۔ حلاج کی کردار کشی کرنے والی متعدد روایتیں ابوالقاسم زنجی کے نام سے موجود ہیں۔ محققین نے زنجی کو مجہول قرار دیا ہے کیونکہ وہ اور اُس کا باپ حامد کے کاسہ لیسوں میں شامل تھے۔ اس لئے کسی بھی خوشامدی نمک خوار کی گواہی قبول نہیں کی جا سکتی۔

برس ہا برس سے حلاج کا مقدمہ عدالت میں چلتا آ رہا تھا۔ کئی سالوں کے محاکمہ کے باوجود بھی علماء کے ہاتھ کوئی قابل گرفت بات نہیں آ رہی تھی۔ حلاج کے مقدمہ میں قاضی ابوعمر حامد کا طرفدار تھا۔ مگر دوسرا قاضی ابن بہلول ابوعمر کا ہم نوا نہیں بنا۔ حامد نے چال چل کر ابن بہلول کو بطور قاضی مقدمہ سے علیحدہ کروا دیا۔ اس کی جگہ قاضی کے نائب ابوالحسین اشنائی کو لے آیا۔ وہ سست اور ضعیف آدمی تھا۔ وہ حامد کے کہنے پر ابوعمر کا ہم نوا بن گیا۔

عریب بن سعد قرطبی اور خطیب بغدادی کی روایتوں کے مطابق حامد بن عباس

Marfat.com

کے پاس روزانہ حلاج کے خلاف دفتروں کے دفتر لائے جاتے۔ ان میں حلاج کی کتابیں اور خطوط ہوتے تھے جو اس کے اصحاب اور مریدوں کے گھروں سے حاصل کئے جاتے۔ ایک کتاب ایسی بھی ملی جس میں لکھا تھا۔ اگر کوئی آدمی حج کا ارادہ رکھتا ہو اور قدرت نہ ہو تو وہ اپنے گھر میں ایک کمرہ عبادت کے لئے مخصوص کرلے۔ اسے پاک صاف رکھے اور کسی بھی طرح کی نجاست وہاں نہ پہنچے۔ سب کو اُس کمرے میں جانے سے روک دے۔ پھر حج کے دنوں میں اس گھر کا طواف کرے جیسے خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے۔ حج کے جو مناسک مکہ میں ادا ہوتے ہیں سب یہاں پورے کرے۔ یہ سب کر لینے کے بعد اس گھر کے سامنے تیس یتیموں کو اپنی بساط کے مطابق کھانا کھلائے اور خود ان کی خدمت کرے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھولیں سب کو ایک ایک کُرتا پہنائے اس کے علاوہ ہر ایک کو سات یا تین درہم بھی دے۔ اُس کا یہ عمل حج کا قائم مقام ہوگا۔

اگلے دن حامد نے پھر عدالت کا اجلاس طلب کیا اور مجلس کے سامنے حلاج کی کتاب کا یہ اقتباس پڑھ کر سنایا گیا۔ قاضیوں، حلاج، علماء اور حامد کے علاوہ مجلس میں کوئی موجود نہ تھا یہاں تک کہ اصلی گواہ بھی نہیں تھے۔ طاہر منصور فاروقی کی تالیف کے مطابق۔

کرایہ کے گواہوں کے سرغنہ عبداللہ بن مکرم نے مطلوبہ رائے سے موافقت کے لئے ایک جماعت کو اکٹھا کرلیا تھا۔ (11)

جب اقتباس کی سماعت ہو چکی تو قاضی ابو عمر نے حلاج سے پوچھا کہ یہ مضمون آپ نے کہاں سے حاصل کیا۔ حلاج نے جواب دیا کہ حسن بصری کی کتاب ''الاخلاص'' سے۔ اس پر ابو عمر نے غصہ میں آ کر کہا کہ اے حلال الدم (حلال الدم کا مطلب ہوتا جس آدمی کا قتل جائز ہو) تو جھوٹ کہتا ہے۔ ہم نے مکہ میں حسن بصری کی یہ کتاب سنی تھی مگر اس میں یہ

Marfat.com

مضمون نہیں تھا۔

اب حامد بن عباس اس بات پہ اڑ گیا کہ آپ (یعنی قاضی ابوعمر) نے جو کہا ہے وہ لکھ کر دیں۔ پہلے تو قاضی ابوعمر نے ٹالنے کی کوشش کی مگر حامد نے اپنے مطالبہ سے کسی بھی صورت دست برداری نہ کی۔ یہاں تک قلم دوات منگوا کر قاضی کے آگے رکھ دیا اور سختی سے یہ بات لکھنے کا مطالبہ کیا۔ اب قاضی الحسین ابن الاشنانی نے بھی حامد کا ساتھ دیا جس کے بعد قاضی ابوعمر مزید مخالفت نہ کر سکا اور حلاج کے قتل کے حق میں فتویٰ لکھ دیا۔ اس کی دیر تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے مجلس کے باقی اراکین نے بھی دستخط کرنا شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ حلاج کے متفقہ فتویٰ قتل پر چوراسی لوگوں کے دستخط ثابت ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن مکرم کو قاہرہ کے قاضی بننے کا عہدہ اسی خدمت کے صلہ میں ملا تھا کہ اُس نے حلاج کے خلاف جھوٹے گواہ تیار کیے۔

عدالت کی اس کارروائی کے موقع پر حلاج نے محاکمہ کے اراکین کو مخاطب کر کے کہا......

''میری پشت شرعاً ممنوع ہے (مجھے کوڑوں کی سزا بھی نہیں دی جا سکتی) میرا خون بہانا حرام ہے۔ تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہ ہوگا کہ خود ساختہ باتوں کے ساتھ میرے قتل کا فتویٰ دو۔ کیونکہ میرا عقیدہ اسلام کے موافق ہے۔ میرا مذہب سنت کے مطابق ہے اور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ'' پھر اسی طرح اُنہوں نے عشرہ مبشرہ کے نام لیتے ہوئے کہا ''میں ان کی فضیلت کا قائل ہوں۔ سنت کے بیان میں میری تصانیف کتب فروشوں کے پاس موجود ہیں میرے خون کے معاملے میں اللہ سے ڈرو...... اللہ سے ڈرو۔''

حلاج بار بار یہ کہتا رہا مگر دوسری طرف کسی نے کچھ بھی نہ سنا اور قتل نامہ حلاج پر دستخط ہوتے رہے۔ کارروائی مکمل ہونے پر حلاج کو زندان بھیج دیا گیا۔ اس صورت حال پہ مثنوی

Marfat.com

روم میں درجنوں اشعار موجود ہیں جو منصور حلاج کے حق میں رقم کیے گئے۔ یہاں قاضیوں اور گواہوں کی صداقت پر بطور داغ ننگ مثنوی ایک شعر ملاحظہ ہو۔

چوں قلم در دست غداری بود
بی گمان منصور بردار بود

ترجمہ: جب قلم کسی غدار کے ہاتھ آئے گا تو یقیناً منصور کو دار پہ کھینچا جائے گا۔

جیسا کہ ہم پہلے یہ تذکرہ کر آئے ہیں کہ فتویٰ قتل بادشاہ کو بھجوا دیا گیا۔ واقعات کا تسلسل کچھ اس طرح سے ہے کہ حامد نے مجلس قضاۃ سے فیصلہ حاصل کر کے ابوالقاسم زنجی کے سپرد کیا کہ اس کو خلیفہ مقتدر باللہ تک پہنچا کر عدالت کارروائی کا تمام قصہ بادشاہ کو سناؤ تا کہ اُن سے قتل کا حتمی فیصلہ حاصل ہو سکے۔ زنجی نے بادشاہ کے نام عریضہ لکھ کے فتویٰ کے ساتھ بھجوا دیا۔

اس موقع پر حاجب نصر قشوری کی والدہ نے زنجی کے عریضہ کو بادشاہ تک جانے سے روک لیا۔ وہ حلاج سے عقیدت رکھتی تھی اور کسی بھی صورت اُس کو قتل ہوتا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ بادشاہ ان دنوں سخت بخار میں مبتلا تھا۔ سو دو دن تک مکمل اس بارے میں خاموشی رہی۔ اس نے پھر تیسرے دن بادشاہ کو ایک اور عریضہ لکھوایا۔ یہ خط محل میں مفلح نامی شخص کے ذریعے پہنچایا گیا۔ خلیفہ نے بخار میں یہ حکم دیا کہ منصور کو قتل نہ کیا جائے۔ اس بات سے حامد بن عباس بہت مایوس اور پریشان ہوا۔ اُسے اس بات کا خدشہ بھی تھا اگر یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر کسی طور عدالت اُس کے قابو اور حق میں نہیں رہیں گے۔ یوں وہ بادشاہ، علماء اور معززین شہر کا معتوب ٹھہرے گا۔ اگر اس موقع پر حنبلیوں نے بغاوت کر دی تو حلاج کی بجائے وہ خود جیل میں بند پڑا ہوگا۔ اس پر گہری سوچ بچار کے بعد حامد نے زنجی کو بادشاہ کے نام ایک اور خط املا کرایا۔

''امیرالمومنین! خلافت کے ایک خیر خواہ کی حیثیت سے میں نے آپ کی بارگاہ میں

Marfat.com

یہ عرض کیا تھا کہ حلاج کا معاملہ عام نوعیت کا نہیں ہے کہ اسے التوا میں رکھا جائے۔ جوں جوں وقت گزر رہا ہے حالات سنگین ہوتے جا رہے ہیں۔ عدالتی اراکین جو بھی حلاج کے متعلق طے کیا اہل بغداد اس سے خوب واقف ہو چکے ہیں۔ اگر اب بھی حلاج کا قتل نہ ہوا تو بہت بڑا فتنہ پڑ جائے گا اور پھر کوئی دو آدمی بھی اس سے اختلاف کرنے والے نہیں ملیں گے۔ پورا بغداد حلاج کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ حکومت تب اس حال میں نہ ہوگی کہ حلاج کے خلاف کسی حکم پر عمل کرا سکے۔ اگر اس صورتحال میں جبر سے کام لیا گیا تو عوام عباسی سلطنت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔''

حامد نے زنجی سے تحریر کروایا گیا یہ خط مفلح کے ہاتھ بادشاہ کو بھجوایا۔ جب خط بادشاہ کو ملا اُس وقت دربار میں کچھ لوگ بادشاہ کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے۔ بادشاہ نے خط لے کر ایک طرف رکھ دیا اور دوبارہ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ مگر دوسری طرف سے حامد نے مفلح کو یہ تاکید کر کے بھیجا تھا کہ بادشاہ جس قدر بھی مصروف ہو تم ہر حال میں اُن سے خط کا جواب لے کر ہی واپس آنا۔ اس لئے مفلح نے اپنی چالاکی دکھاتے ہوئے حالات کی بحرانی کیفیت کا بہانہ بنا کر بادشاہ سے حکم جاری کرنے کی درخواست کی۔ خلیفہ نے خط پڑھا اور اُسی وقت ہی حکم جاری کر دیا۔

''جب قاضی القضاۃ اور علماء نے حلاج کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا ہے تو پھر اُسے کوتوال محمد بن عبدالصمد کے حوالے کیا جائے۔ کوتوال کی نگرانی میں حلاج کو ایک ہزار کوڑے مارے جائیں۔ اگر وہ کوڑے کھا کر ہلاک نہ ہو تو پھر اُس کی گردن ماردی جائے۔''

بادشاہ سے حکم نامہ حاصل کر لینے پر حامد بن عباس بہت خوش تھا۔ اُس نے بادشاہ کا یہ فرمان کوتوال محمد بن عبدالصمد کو پڑھ کر سنایا۔ کوتوال نے حکم سن کر اسے

Marfat.com

ماننے سے انکار کر دیا، اور انکار کی وجہ یہ بتائی کہ مجھے ڈر ہے کہ حلاج کو لوگ مجھ سے چھین لیں گے۔

حامد نے کہا تو فکر نہ کر میں اپنے آدمی (غلام) تیرے ساتھ کر دوں گا۔ وہ حلاج کو کوتوالی سے لے کے جیل خانہ تک پہنچا دیں گے۔ یوں سب کے اتفاق سے یہی طے پایا کہ عشاء کے بعد کوتوال حاضر ہو کر اپنے آدمی بھی ساتھ لائے جس میں سے کچھ آدمی خچروں پر سوار ہوں۔ اسی گروہ میں ایک خچر پر حلاج کو بھی سوار کر دیا جائے اور اس گروہ کی ظاہری صورت سائیسوں (گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے والے) کی طرح ہو۔ تاکہ غلاموں کی بھیڑ میں کوئی اس کو پہچان نہ سکے۔

کوتوال کو حامد نے تاکیداً یہ کہا کہ حلاج کو ہزار کوڑے لگانا اگر وہ انہی میں مر جائے تو سر کاٹ کر محفوظ کر لینا اور جسم کو جلا دینا۔ ہاں یاد رکھنا اگر وہ تمہیں دریائے دجلہ میں سونا چاندی بھی بہتا ہوا کیوں نہ دکھا دے پھر بھی مارنے سے اپنا ہاتھ نہ روکنا۔

منصوبہ کے مطابق عشاء کے بعد کوتوال اپنے آدمیوں اور خچروں کو لے کر پہنچا۔ حامد نے حلاج کو غلاموں کی ٹولی میں خچر پہ سوار کرایا۔ حلاج کی نگرانی کرنے والے غلام کو بھی صرف اتنا بتایا گیا کہ اب انہیں کسی اور جگہ منتقل کیا جا رہا ہے۔ غلام سر جھکا کر اندر داخل ہوا جب کمرے کا دروازہ کھول کر حلاج کے سامنے آیا تو انہوں نے سوالیہ نظروں سے غلام کو دیکھا کیونکہ یہ دروازہ کھولنے کا وقت نہیں تھا۔

غلام نے کہا باہر آؤ۔

باہر کون ہے حلاج نے پوچھا۔

وزیر کے ساتھ کوتوال ہے غلام نے جواب دیا۔

غلام کا یہ کہنا تھا کہ حلاج کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ خدا کی قسم اب ہم سرخرو

Marfat.com

ہوئے۔غلام کہتا ہے کہ حلاج زندان کے طویل صحن سے گزرتے وقت ایک ہی جملہ بار بار کہتے تھے ''ہم تیرے دیدار کو آ رہے ہیں۔''

زندان سے باہر اُنہیں سائیسوں کی جماعت کے درمیان سوار کیا گیا۔اب کوئی اُنہیں پہچان نہیں سکتا۔ یہ پُراسرار قافلہ پُل تک پہنچ گیا۔ یہاں سے حامد کے غلام واپس لوٹے اور کوتوال کے سپاہی کوتوالی کے میدان میں حلاج کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔رات کا گہرا سناٹا چھا رہا تھا اور اہلِ بغداد گہری نیند کے مزے لے رہے تھے۔ مگر کوتوالی کے میدان میں سپاہی جاگ رہے تھے اور ساتھ وہ فقیر بھی جس کو اگلی صبح دار پر چڑھایا جانا تھا۔

Marfat.com

قتلِ حلاج کا دلدوز سانحہ

دیوان منصور حلاج کے اُردو مترجم و مؤلف مظفر اقبال اخبار الحلاج نمبر 1 سے ابراہیم بن فاتک کی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

''جب وہ حلاج کو مصلوب کرنے کے لئے لے کر آئے۔ اُنہوں نے سولی اور مسامیر (کیل) دیکھے تو اتنا ہنسے کہ اُن کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ پھر وہ مجمع کی طرف متوجہ ہوئے۔ شبلی کو دیکھا اور کہا: اے ابوبکر، کیا آپ کے پاس آپ کا سجادہ (مصلیٰ) ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں یا شیخ۔ اس پر حلاج نے کہا! اسے بچھا دیجئے۔

اُنہوں نے اسے بچھایا حسین بن منصور حلاج نے دو رکعت نماز ادا کی، اور میں اُن کے قریب کھڑا تھا۔ پہلی رکعت میں اُنہوں نے سورۃ فاتحہ اور کلام اللہ (قرآن 2:155:157) اور دیکھو ہم تمہارا امتحان کریں گے، کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کی مِلک ہیں اور ہم سب اُسی کے پاس لوٹنے والے ہیں، ان لوگوں پر ان کے رب کی صلوٰت اور رحمت ہوگی اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں''

Marfat.com

اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کلام اللہ (قرآن 3:185) ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تو قیامت کے دن ہی ملے گی تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا، وہ پورا کامیاب ہوا اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں، مگر صرف دھوکے کا سودا...... کی تلاوت کی، پھر اُنہوں نے سلام پھیرا اور دعا کی جس کے سب الفاظ مجھے یاد نہیں سوا اِن کے۔

اے اللہ، تو ہر طرف تجلی دکھاتا ہے، کسی بھی سمت موجود ہوئے بغیر...... اپنی تصدیق کے حق کے ذریعے جو تیری تصدیق کرتا ہے کہ میری شہادت ناسوتی (بشری) اور تیری لاہوتی اور جو کچھ میری ناسوتیت ہے، تیری لاہوتیت میں گم ہے، بغیر مخلوط ہوئے (غیر ممازجتہ) اور تیری لاہوتیت نے میری ناسوتیت کو پایا چھوئے بغیر، تیرے حق قدیم کے ذریعے، جو میرے عارضی وجود پر حکمران ہے۔

میں ملتجی ہوں کہ تو مجھے توفیق دے کہ میں تیرا شکر ادا کر سکوں، اس نعمت پر جو تو نے مجھے دی، ہر غیر کی نظر سے چھپا کر تو نے اپنے چہرے کے جو لشکارے مجھ پر ظاہر کئے اور دوسروں پر حرام، اور اُس نظر کے لئے جو تو نے مجھے اپنے بھیدوں پر ڈالنے دی، دیکھ یہ تیرے لوگ، تیرے عبادت گار، مجھے قتل کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں، تیرے تعصب میں اور تیرے قُرب کے لئے...... انہیں معاف کر دے کہ اگر تو نے ان پر وہ کشف کیا ہوتا جو مجھ پر کیا تو وہ یہ نہ کرتے جو کر رہے ہیں اور اگر تو نے مجھ سے مخفی رکھا ہوتا جو تو نے اُن سے مخفی رکھا ہے، تو میں جس ابتلاء سے گزر رہا ہوں، اسے برداشت نہ کر

Marfat.com

پاتا۔ ساری تعریف تیرے ہی لئے ہے، جو کچھ بھی تو کرے، تعریف تیرے ہی لئے ہے، جو کچھ بھی تیرا حکم ہو۔

پھر وہ خاموش ہو گئے، اور خفیہ طور پر متکلم رہے، پھر ابو الحارث ایساف آگے بڑھا اور چوٹ لگائی جس سے ناک زخمی ہوئی اور خون کپڑوں پر بہنے لگا، اور شبلی نے چیخ ماری اور اپنی عبا پھاڑ ڈالی اور غش کھا گئے۔ یہی حال ابوالحسین الواسطی اور مشہور فقہراء کا ہوا جو وہاں جمع تھے......۔(12)

24 ذی قعد 309ھ بمطابق 26 مارچ 922ء لیکن روایتوں میں ذی قعد کی بجائے ذوالحج لکھا گیا ہے مگر سال اور تاریخ میں اختلاف نہیں۔ اس صبح بغداد کے باب خراسان کے سامنے حلاج کو لایا گیا۔ یہ دریائے فرات کا مغربی کنارا ہے۔ حلاج پابہ زنجیر تھے لیکن اُن کے چلنے میں ایک خاص طرح کی تمکنت تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اس موقع پر یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ: اے خدا تُو تو اُسے بھی دوست رکھتا ہے جو تجھے آزار پہنچاتا ہے، تو کس طرح اُسے دوست نہیں رکھے گا جو تیری راہ میں دُکھ اُٹھاتا ہے۔

میرا دوست ذرا بھی ظالم نہیں۔ اس نے مجھے ویسی ہی شراب پلائی جیسی وہ خود پیتا ہے۔

پھر جب شراب کا دور چلنے لگا اور نشہ پورا ہو گیا تو میں نشے میں آداب ضیافت بھول گیا۔

اُس نے ترک آداب پر مجھے سزا دی۔ تلوار منگوائی اور مجھے چمڑے کے بستر پر بٹھا کر قتل کر دیا۔

پھر یہ آیت پڑھی۔

Marfat.com

ترجمہ: جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ قیامت کو جلدی بلانا چاہتے ہیں اور جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ یقینی (آنے والی) ہے۔ پھر وہ خاموش ہو گئے۔ تب کوتوال نے جلاد کو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ پورے شہر سے لوگ جوق در جوق کوتوالی کے میدان میں یہ محشر دیکھنے کے لئے جمع ہو رہے تھے۔ جلاد کوڑے برساتا رہا اور یہ دیوانہ ہر کوڑے پر احد احد پکارتا تھا۔ جب اُنہیں چھ سو کوڑے مارے جا چکے تھے تو اُنہوں نے کوتوال محمد بن عبدالصمد سے کہا کہ میرے پاس آ کر ایک نصیحت سن لو جو تمہارے فائدے میں فتح قسطنطنیہ کے برابر ہے۔ کوتوال نے کہا مجھے یہ پہلے ہی معلوم ہے کہ تم ایسی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر باتیں کرو گے مگر میں مار کو موقوف نہیں کر سکتا۔

''تذکرۃ الاولیاء'' میں شیخ فریدالدین عطار نے اس موقع پر حلاج اور ابوبکر شبلی کے بیچ ایک مکالمہ تحریر کیا ہے۔ مگر باقی تمام مورخین نے اس روایت کو رد کیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ شبلی سرے سے مقتل میں موجود ہی نہیں تھے۔ اس روایت کو مولانا ظفر احمد عثمانی نے ''سیرت منصور حلاجؒ'' میں تھوڑے مختلف انداز میں تحریر کیا ہے۔ اُن کے مطابق شبلی کے مکالمے والے سوالات، شبلی کی طرف سے نیشاپور کی فاطمہ نامی ایک بزرگ عورت لے گئی تھی۔ اس عورت نے واپس آ کر شبلی کے سامنے منصور حلاج کی ساری باتیں دُہرا دی۔

اس موقع پر حلاج کے سب سے بڑے بیٹے احمد نے وصیت کے لئے درخواست کی۔ حلاج نے کہا: احمد لوگ نیک اعمال کی کوشش کرتے ہیں۔ تم علم حقیقت تک رسائی کی کوشش کرنا۔ علم حقیقی کا ایک نکتہ اعمال صالحہ سے برتر ہے۔ اتنی دیر میں کوتوال کے اشارے پر سپاہیوں نے احمد کو کھینچ کر دور کر دیا۔ ہجوم کے بہت لوگ آہ و بکار کر رہے تھے۔ کسی بھی قسم کے فساد اور بلوے سے بچنے کے لئے سرکاری کارندے اور سیکورٹی اہلکار

Marfat.com

بار بار چیخ چیخ کے یہ کہہ رہے تھے کہ علماء کا فتویٰ ہے۔ حلاج کا قتل ہو جانا ہی عوام کے حق میں بہتر ہے۔

عوام کے کسی بھی طرح کے اشتعال سے بچنے کے لئے حامد بن عباس نے گواہوں کو جمع کرلیا تھا۔ اس کے کہے پر تختہ دار کے قریب کھڑے ہو کر اونچی آواز میں یہ کہہ رہے تھے۔ ''اس کا قتل ہونا ہی مسلمانوں کے نفع میں ہے۔'' ہم گواہ ہیں اس کا خون ہماری گردنوں پر ہے۔ ہم سب علماء کے فتویٰ کے گواہ ہیں۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس مردِ مجنوں کو دیکھنا چاہتی تھی جسے ایک گروہ رجل عظیم کہہ رہا تھا تو دوسرا شعبدہ باز کے نام سے موسوم کر رہا تھا۔

منصور حلاج پر لکھنے والے تقریباً تمام لوگوں نے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہیں کوڑے مارنے اُن کے ہاتھ، بازو اور پاؤں کاٹے گئے۔ مگر کوئی بھی یہ بتانے کو تیار نہیں کہ بادشاہ نے اپنے حکم سزا میں یہ کہا تھا کہ ہزار کوڑے مارے جائیں اگر موت واقع نہ ہو تو پھر قتل کر دیا جائے۔ یہ کس کا حکم تھا کہ حلاج کو کوڑے مارنے کے بعد اتنی بڑی اذیت سے گزارا گیا۔ یہاں تک کہ لوئی ماسینیوں نے بھی حلاج کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا ذکر کیا ہے۔

> دریائے دجلہ کے مغربی کنارے لوگوں کی بہت بڑی بھیڑ جمع تھی۔ حلاج کو جس کے سر پر تاج نما کلاہ تھا، لایا گیا۔ پہلے اس کو تازیانے مارے پھر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے تب دار پر جبکہ وہ ابھی زندہ تھا لٹکا دیا گیا۔ (13)

اسی طرح تذکرۃ الاولیاء میں مرقوم ہے کہ

> ازاں بعد اُن کا ہاتھ جدا کر دیا گیا جس پر وہ ہنس دیا..... اب اُس کے پاؤں کاٹ دیئے گئے بجز اُن نے اپنے دونوں ہاتھ کٹے

Marfat.com

خون آلود بازو اپنے چہرے پر ملے...... اس کے بعد حلاج کی آنکھیں نکال دی گئیں...... پس ازاں حلاج کے کان، ناک کاٹ دیئے گئے...... اس کے آخری کلام کے بعد اس کی زبان کاٹ دی گئی۔ پھر نماز شام کے وقت اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ (14)

محمد بن اسحاق نے اپنی معروف تصنیف الفہرست میں مختصر اور مختلف لکھا ہے۔

جب اُس کی یہ باتیں پھیل گئیں اور ہر جگہ اُس کی شہرت ہو گئی اور سلطان وقت ان واقعات کی صحت سے آگاہ ہو گیا تو اُس نے اس کو ہزار کوڑے لگانے اور اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا بعد میں اس کو آگ میں جلا دیا۔ یہ 309ھ کے آخر کی بات ہے۔ (15)

ایسی ہی روایت خورشید نعیم ملک کی مرتبہ کتاب ''حسین بن منصور حلاج، شخصیت و افکار'' میں عربی مورخ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی کے ترجمہ شدہ اقتباس سے درج ہے۔

جب ہزار کوڑے لگ چکے تو اُس کا ہاتھ کاٹا گیا، پھر ایک پاؤں پھر دوسرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر دوسرا پاؤں کاٹا گیا اور اس کا سر کاٹا گیا پھر اس کا جسم نذرِ آتش کر دیا گیا۔ میں اس وقت حاضر تھا اور جیل خانہ سے باہر اپنی سواری کی پیٹھ پر بیٹھا تھا۔ اس کا جسم انگاروں اور آگ پر لوٹ پوٹ ہوتا تھا۔ جب جسم جل کر راکھ ہو گیا تو اس کو دریائے دجلہ میں بہا دیا گیا۔ (16)

حسین بن منصور حلاج کی مرگِ دلدوز کے متعلق ان مختلف مورخین کی روایتوں کا مذکور یہاں اس لئے کیا کہ ابھی تک اس بات سے پردہ نہیں اُٹھ سکا کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے خلیفہ المقتدر کے حکم سے بڑھ کر حلاج کے مختلف اعضاء کاٹے پھر اُسے قتل کیا اور آخر میں

Marfat.com

لاش تک جلادی۔ جلی لاش کی راکھ دجلہ میں بہادی گئی تو پھر بغداد میں حلاج کا جو مرقد و مزار ہے وہ کس چیز کا، کیا کچھ راکھ بچا کر رکھ لی گئی تھی جسے بعد میں دفن کیا گیا یا سب راکھ بہادی گئی تھی، یا یہ مرقد (یعنی قبر) حلاج کے کٹے ہوئے سر کی ہے جو تن سے علیحدہ کر دیا گیا تھا مگر ایسی بھی تو کوئی روایت نہیں ملتی جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ سر کو جلایا یا نہیں جلایا گیا تھا۔ دلچسپ تو یہ ہے کہ ابھی تک کسی محقق نے اس پہ بات ہی نہیں کی۔

ایک اور روایت کا ذکر یہاں خالی از دلچسپی نہ ہوگا جو کچھ یوں ہے کہ حلاج نے اپنے دونوں کٹے ہوئے خون آلود بازو اپنے چہرے پر ملے۔ ان کا چہرہ خون سے دہکنے لگا۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہو۔ کہنے لگے میرے جسم کا بہت خون بہہ چکا ہے جس سے میرا چہرہ زرد پڑ گیا ہوگا۔ میں نے اپنے چہرے کو سرخ اس لئے کیا تا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں میرا چہرہ کسی ڈر یا خوف سے پیلا پڑ گیا۔ پھر لوگوں نے سوال کیا آپ نے چہرہ تو سرخ کر لیا مگر اپنی کلائیوں خون سے تر کیوں کیا؟ جواب دیا کہ وضو کے لئے۔ عشق میں دو رکعت کی نماز ہے جس کا وضو صرف خون سے ہی ہوتا ہے۔

جب منصور کے ہاتھ، پاؤں، بازو کاٹے جا چکے تھے اور آنکھیں نکال دی گئی تھیں جلاد نے اُن کی زبان کاٹنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو حلاج نے کہا ٹھہر! میں ایک بات کہہ لوں۔ پھر آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کے بولے، یا الٰہی! اس تکلیف پر جو یہ مجھ پہ تیرے لئے روا رکھے ہیں انہیں محروم نہ رکھنا میں تیرے دیدار کے لئے آ رہا ہوں۔

اب جلاد نے حامد کے کہنے پر اُس کا سر کاٹنے کے لئے اپنا ہاتھ اُٹھایا تو ساتھ ہی حلاج نے یہ کلمہ ادا کئے ''واجد کے لئے اتنی کافی ہے کہ وہ تیرے ساتھ ایک ہو جائے ...... میں تیرے دیدار کو آ رہا ہوں۔ حلاج کا کٹا ہوا سر نیچے آن گرا۔ اُس کے جسم کو تیل سے تر کر دیا گیا اور پھر آگ لگا دی۔ خاکستر کو ایک مینار پر سے دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔

''تذکرۃ الاولیاء'' کی روایت تو مزید آگے جاتی ہے۔ شیخ عطار لکھتے ہیں کہ جیسے

Marfat.com

ابن منصور کی راکھ دریا میں ڈالی گئی دریا میں ایک تغیر رونما ہوا دیکھتے دیکھتے موجیں سر اُٹھانے لگیں۔ یہاں تک شدید طغیانی کے آثار پیدا ہو گئے۔ حامد اور دیگر حکام حیران تھے کہ بغیر کسی بادوباراں کے یہ طوفان کیسے آ گیا۔ یہاں تک کہ بڑھتا ہوا پانی شہر میں داخل ہونے کے قریب آیا تو لوگ چیخ اُٹھے کہ یہ قتلِ حلاج کی پاداش ہے۔ پھر عوام کے ہجوم سے ایک آواز آئی، ہاں یہ میرے شیخ کے قتل کا انتقام ہے جو قدرت تم سے لے رہی ہے۔ حامد نے کوتوال سے کہا مجمع سے اس شخص کو تلاش کرو۔ ایک خستہ حال بوڑھا سامنے آیا تو حامد نے پوچھا تو نے اتنی بڑی بات کس بنیاد پہ کہہ دی۔ اُس نے کہا بڑھتا ہوا پانی میرے دعوے کی تصدیق ہے۔ حامد نے خوف کے مارے اُس سے پوچھا تو بول اب کیا کیا جائے؟ میرے شیخ نے کہا تھا بڈھا بولا۔ جب موجیں کناروں سے باہر آئیں تو میرا خرقہ دریا میں ڈال دینا۔ دریا اپنی اصلی حالت میں واپس آ جائے گا۔

حامد نے گھبرا کر پوچھا وہ خرقہ کہاں ہے؟ بڈھے نے جواب دیا میرے پاس محفوظ ہے۔

حامد بن عباس جواب تک اپنی دشمنی ومخالفت کی وجہ سے حلاج کو صرف شعبدہ باز سمجھتا آیا تھا۔ اس صورتحال نے اُس کی عجیب حالت کر دی۔ لجاجت سے اُس شخص کو خرقہ لانے کو کہا۔ اب اُس کے آدمی اس حلاجی مرید کو گھوڑے پر سوار کر کے لے گئے۔ جہاں حلاج کا خرقہ رکھا گیا تھا۔ روایت اس جملے سے مکمل ہوتی ہے کہ جیسے ہی خرقہ دریا میں ڈال دیا گیا دریا اپنی پہلی حالت میں بہنے لگا۔

ویسے تو یہ روایت بھی ملتی ہے کہ دریائے دجلہ میں بکھر کر بہتی ہوئی حلاج کی راکھ اکٹھی ہو کر لفظ انا الحق کی صورت اختیار کر گئی۔ لوگوں نے راکھ سمیٹ کے اُسے احترام کے ساتھ دفن کر دیا۔

علامہ حضرت زکریا قزوینی کے ہاں یہی روایت تھوڑی بدلی ہوئی حالت میں یوں ملتی ہے۔

Marfat.com

جب اُنہیں پھانسی دینے کے لئے لے جانے لگے تو اُنہوں نے ایک حاجب کو بُلایا اور کہا کہ جب مجھے جلایا جانے لگا تو دجلہ کا پانی چڑھنا شروع ہو جائے گا، اور قریب ہو گا کہ پانی بغداد کو غرق کر دے۔ جب تم یہ منظر دیکھو تو میری راکھ لے کر پانی میں ڈال دینا، تاکہ پانی ساکن ہو جائے۔...... جب اُنہیں پھانسی دی گئی اور جلایا گیا تو دجلہ میں طغیانی آ گئی حتیٰ کہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ بغداد غرق ہو جائے گا تو خلیفہ نے کہا۔ کیا تمہیں پتہ ہے کہ حلاج نے اس بارے میں کچھ کہا تھا۔ حاجب نے کہا۔ ہاں امیر المومنین اس نے اس طرح کہا تھا۔ تب اُس نے حکم دیا جیسا اُس نے کہا تھا ویسا ہی کرو پھر اُنہوں نے راکھ پانی میں پھینک دی کہ پانی کی سطح پر وہ راکھ اس طرح اکٹھی ہو گئی کہ اللہ لکھا ہوا نظر آتا تھا اور پانی ساکن ہو گیا۔ یہ 309ھ کی بات ہے۔ واللہ الموفق۔ (17)

ان روایتوں میں کس قدر سچائی ہے اس کا درست علم تو ابھی تک ہمیں بھی نہیں۔ البتہ یہ بات تقریباً تمام تاریخوں میں مذکور ہے کہ حلاج کی راکھ پانی میں ڈالنے سے دریائے فرات کی طغیانی رُکی تھی۔ شیخ فریدالدین عطار اور علامہ زکریا قزوینی نے تو اسے کرامتِ حلاج قرار دیا ہے۔

Marfat.com

فصل دوم

(دوسرا درشن)

Marfat.com

حلاج مختلف مورخین کی نظر میں

حسین بن منصور حلاج کے متعلق مختلف مورخین نے کیا کہا، کیا لکھا اور اُس کی حقیقی صورت کیا ہو سکتی ہے۔ اب تک اُن کی شخصیت کے اس تاریخی پہلو پہ جس سطح کا کام کرنے کی ضرورت تھی وہ سامنے نہیں آ سکا۔ حلاج پر لکھنے والوں کی ایک بڑی اکثریت نے ایک سی باتوں کو دُہرایا ہے۔ افسوس کے سیّد سلیمان ندوی جیسے اہل دانش نے حلاج کی تاریخی حیثیت پہ ایک مضمون لکھا وہ بھی صرف حلاج کے مخالفین کے موقف کے توارد سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ سیّد سلیمان ندوی کا یہ جملہ مذکورہ بالا بات کی تصدیق کرتا دکھائی دیتا ہے۔

> تمام تاریخیں اس امر پر متفق اللفظ ہیں کہ حلاج نیرنگ، شعبدہ بازی اور ہاتھوں کے کھیل میں بہت چالاک اور بہت مشاق تھا...... (18)

سیّد سلیمان ندوی کے مطابق عریب بن سعد قرطبی کی "تاریخ صلہ طبری" حلاج کے متعلق سب سے قریب ترین شہادت ہے۔ اُس کے مطابق۔

> حلاج ایک گمراہ اور خبیث آدمی تھا شہر شہر پھرا کرتا تھا۔ جاہلوں کو دھوکا دیا کرتا تھا۔ بعضوں سے یہ ظاہر کرتا کہ وہ اہل بیت کا داعی ہے اور بہتوں سے اپنا سُنّی ہونا بتاتا اور شیعوں سے اپنے کو شیعی کہتا اور معتزلہ کے سامنے معتزلی بن جاتا۔ علاوہ ازیں بڑا ہاتھ کا چالاک اور شعبدہ باز تھا۔ طب کا دعویٰ تھا کیمیا کا تجربہ تھا۔ ہمیشہ شعبدے کیا کرتا

Marfat.com

تھا۔ یہاں تک کہ بہت سے بے وقوفوں کو اُس نے اپنا گردیدہ بنا لیا پھر خدائی کا دعویٰ کیا اور حلول کا قائل ہوا اور خدا اور رسول پر افترا باندھا۔ اس کے بہت سے خطوط ملے جن میں حماقتیں اور اُلٹی پلٹی باتیں اور کفر تھا۔ بعض میں تھا کہ میں ہی نوح کی قوم کو ڈبونے والا ہوں اور عاد و ثمود کو ہلاک کرنے والا ہوں اور اپنے مریدوں سے کہتا کہ تم نوح، موسیٰ اور محمد ہو۔ ان کی روحیں میں نے ان کے بدن میں لوٹا دی ہیں۔ (19)

کیا کوئی شہادت صرف اس لئے مستند ہو جاتی ہے کہ وہ قریب ترین شہادت ہے۔ اگرچہ قریب کی شہادت بھی بجا طور پر ایک معیار ہے مگر یاد رہے یہ ایک معیار ہے۔ کیا دیگر تمام معیارات اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں؟ سچ یہ ہے کہ نہیں کرتے۔ اس کے بعد اُنہوں نے ابن حوقل کے سفرنامہ کا حوالہ پیش کیا۔ یہ سفرنامہ 331ھ کا ہے یعنی حلاج کے قتل کے 21 برس بعد کی تحریر۔

ان میں سے جو لوگ معروف و مشہور ہیں اور ملکوں میں ان کا چرچا پھیلا ہے، ایک حسین بن منصور حلاج ہے، بیضا کا رہنے والا ہے، اور نداف تھا، زہد و تصوف کا مدعی تھا، درجہ بدرجہ اس سے بڑھتے بڑھتے اس کی حالت یہاں تک پہنچی کہ وہ کہنے لگا کہ جو شخص اطاعت الٰہی میں جسم کو درست کرے اور اپنے قلب کو نیک اعمال میں مشغول رکھے اور لذات دنیوی سے کنارہ کش ہو جائے اور اپنے نفس کو خواہشوں سے باز رکھے وہ مقربین اور پاک فرشتوں تک پہنچ جاتا ہے پھر صفائی کے درجے میں بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھتا ہے کہ اس کی طبیعت بشریت سے پاک ہو جاتی ہے اور بشریت کا اس میں

Marfat.com

کوئی شائبہ نہیں رہتا۔تب خدا کی روح اس میں حلول کر جاتی ہے۔
جس طرح حضرت عیسیٰ میں حلول کر گئی تھی اس وقت ہر چیز اس کے
تابع فرمان ہو جاتی ہے وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جہاں تک
خدا کا حکم نافذ ہو سکتا ہے اس کا بھی ہوتا ہے اس وقت اس کا تمام
افعال خدا کے افعال ہوتے ہیں حلاج یہ سب کرتا تھا اور لوگوں سے
کہتا تھا کہ یہ درجہ اُس کو حاصل ہو گیا ہے۔(20)

ابن حوقل کا یہ حوالہ بھی روایت کی کسی بھی سند اور تسلسل کے بغیر ہے اور نہ ہی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا کہ انہوں نے یہ باتیں کب کہاں اور کس سے سُنی ہیں، اور نہ ہی ان کا کوئی تحریری حوالہ نہ کوئی ایسی صورت کا اظہار کہ یہ تحریر منصور کے کس مکالمہ سے حاصل کردہ ہے۔ راقم یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اکثر مورخین نے ایک ہی روش کا تتبع کیا ہے نہ کہ تحقیق۔

ابو علی مسکویہ جن کی پیدائش 1034ء ہے۔وہ ''تجارب الامم'' میں لکھتے ہیں۔

لوگوں نے یہ کہہ کر حامد وزیر مملکت کی توجہ اس کی طرف مبذول کرائی
کہ یہ شخص عوام کو گمراہ کر رہا ہے کیونکہ لوگ اس کے بارے میں یہ
عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ جنات اس کے
قبضہ میں ہیں، اور انبیاء کی طرح معجزے دکھا سکتا ہے۔922ء جب
حامد نے اس کے چند مریدوں کو گرفتار کیا۔اُنہوں نے تسلیم کیا کہ وہ
اُنہیں اُسے خدا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔جب
حلاج کو قید خانہ میں اس بات کی خبر پہنچی تو اُس نے ان سب باتوں کا
انکار کیا۔اس کے بعد خراسان میں اس کے دو مبلغین کو گرفتار کیا گیا۔
جن کے نام ابن بشر اور شاکر تھے ان کے قبضے میں حلاج کی تحریریں
دستیاب ہوئیں اور یہ تحریر بھی ملی کہ حج کرنے کے لئے مکہ جانے کی

Marfat.com

چنداں ضرورت نہیں حج گھر میں بھی ہو سکتا اور یہ بات بھی حضرت حسن بصری کی تحریروں سے اخذ کردہ بتائی گئی۔ مخفی طور پر اس کے عقائد کی جب تفتیش کروائی گئی تو معلوم ہوا کہ اس کی طرف جن اوہائے الوہیت کا انتساب کیا جاتا ہے وہ سچ ہے۔ اس کے بعد بہت سے اس کے قدیم احباب اور رفقائے سفر ملے جنہوں نے خیالات کی تشریح کی۔ کبھی صرف صلاح وتقویٰ کا مدعی تھا کبھی اس سے آگے بڑھ کر مجددیت کا دعویٰ کر بیٹھا اور اگر زیادہ جاہلوں کا مجمع ملتا تو خدا بن بیٹھتا۔ (21)

جس طرح ابوعلی ابن مسکویہ کی تحریر کا آغاز ہے کہ "لوگوں نے یہ کہہ کر حامد وزیر مملکت کی توجہ اس کی طرف مبذول کروائی"......تاریخ ایسا کوئی بھی ثبوت پیش نہیں کرتی جس میں لوگوں نے کبھی ایک بار بھی حکومت وقت کو حلاج کے کسی مذہبی فتنہ کی شکایت کی ہو ماسوائے حامد کے پیدا کردہ مخالفین حلاج کے۔ تاریخ ایسا کوئی بھی عدالتی ریکارڈ اور ثبوت پیش نہیں کرتی جس سے یہ ثابت ہو کہ عوام میں سے کسی نے باقاعدہ حلاج کے مذہبی فتنہ کی شکایت کی ہو یا درخواست لکھ کے دی ہو۔ حالاں کہ یہ سارا زمانہ وہ جب عوام عباسی بادشاہوں کے ظالمانہ اور ناجائز ٹیکسوں کی چکی میں پس رہے انہیں اس طرح کے مسائل کی طرف کوئی بڑی رغبت نہ تھی سوائے خواص کے۔ اس لئے ہمیں تو ابن مسکویہ کی تحریر میں بھی کوئی توانا شہادت نظر نہیں آتی۔ اب ابوریحان البیرونی کی تصنیف "آثار الباقیہ" میں حلاج کا تذکرہ دیکھتے ہیں۔ البیرونی کا زمانہ 975ء تا 1053ء ہے۔

مقنع کے بعد ایک صوفی منش شخص حسین بن منصور حلاج پیدا ہوا۔ پہلے یہ مہدی بنا......وہ ایک شعبدہ باز اور پُرفریب آدمی تھا۔ ہر مذہب اور ہر فرقہ کے آدمی کے سامنے اُسی مذہب اور فرقہ کا خود کو بناتا تھا،

Marfat.com

پھر یہ دعویٰ کیا کہ اس میں روح الٰہی حلول کر گئی ہے اور خود کو خدا کہنے لگا۔ خط میں اپنے پیروؤں کو لکھتا، از خدائے ازلی یہ بندہ فلاں، اس کے مُرید جواب میں لکھتے، اے وہ ذات جو ہر زمانہ میں مختلف قالب اختیار کرتی رہی ہے اور اب حسین بن منصور کے قالب میں ہے۔ (22)

البیرونی کی مندرجہ بالا روایت بھی دیگر مورخین سے کچھ مختلف نہیں البتہ یہاں ایک بات ایسی ہے جسے کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے پیروؤں کو خطوط میں لکھتے ''از خدائے ازلی یہ بندہ فلاں۔'' تاریخی ریکارڈ اُس وقت یا بعد میں حلاج کے ایسے کتنے خط دستیاب ہوئے۔ سوائے اُس ایک آدھ خط کے جسے محاکمہ کے وقت حامد نے عدالت میں پیش کیا۔ اگر ایک آدھ خط ہی برآمد ہوا تو اس میں کیا انہونی ہے کہ وہ خط مخالفینِ حلاج نے خود ہی تحریر کیا ہو کیونکہ حامد بن عباس ہر قیمت پر حلاج کی موت چاہتا تھا اور اس کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا اور گیا بھی۔

حلاج کا تذکرہ کرنے والے مورخین میں حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (955ء تا 1076ء) مصنف ''تاریخ بغداد'' بھی نہایت اہم ہیں۔ ہم یہاں ابھی بغدادی کی صرف اُن روایت کو دیکھیں گے جو حلاج کے خلاف جاتی ہیں۔

ہمیں اسماعیل بن احمد الحیری نے خبر دی ہے۔ ابوعبدالرحمان السلمیٰ نے کہا۔ مزین نے کہا کہ میں نے حسین بن منصور کو کسی ایک سفر میں دیکھا۔ میں نے اُس سے کہا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا ہندوستان، تاکہ وہاں جادو سیکھوں اور اس کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤں۔ ابوعبدالرحمان نے کہا کہ میں نے ابوعلی ہمدانی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے ابراہیم بن شیبان سے حلاج کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے کہا۔ جو یہ پسند کرتا کہ وہ فاسد اور بے ہودہ

Marfat.com

دعاؤں کا انجام دیکھے تو وہ حلاج کو دیکھ لے۔ ابراہیم نے کہا دعاوی اور معارضات ہمیشہ اپنے اصحاب کے حق میں منحوس ہوتے ہیں جب سے ابلیس نے "انا خیر منہ" کا دعویٰ کیا ہے۔

ہمیں اسماعیل الحیری نے خبر دی ہے۔ انہیں ابوعبدالرحمان السلمی نے بتایا۔ اس نے کہا کہ میں نے جعفر بن احمد کو کہتے سنا کہ میں نے ابوبکر بن ابی سعد سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ حسین بن منصور غیر مخلص، جھوٹ بولنے والا ہے۔ ابوعبدالرحمان نے کہا اُس نے عمرو المکی سے بیان کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں مکہ کی گلی میں قرآن پڑھتا گزر رہا تھا اُس نے میری قرأت سُنی اور کہا کہ میں اس آیت کی مانند بنا سکتا ہوں۔ میں نے اُس کے اس کہنے پر علیحدگی اختیار کر لی۔

مجھ سے مسعود بن ناصر نے بیان کیا۔ ہمیں باکو شیرازی نے خبر دی کہ میں نے ابوزرعہ طبری کو کہتے سنا کہ لوگوں میں حسین بن منصور کے ردّ و قبول کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن میں نے محمد بن یحییٰ رازی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عمرو بن عثمان کو لعنت کرتے ہوئے سنا اور وہ کہہ رہا تھا کہ اگر میں اس پہ قابو پالوں تو میں اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دوں۔ میں نے کہا شیخ نے ابن منصور کے بارے میں کس بنا پر یہ کہا تھا۔ اُس نے کہا کہ میں نے قرآن مجید کی آیت پڑھی تو ابن منصور نے کہا کہ وہ بھی اس کی مثل بنا سکتا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں نے ابوزرعہ طبری کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابو یعقوب الاقطع سے سنا کہ حسن نے طریقت اور ریاضت کو دیکھ کر میں نے اپنی بیٹی کی شادی حسین بن منصور سے کر دی۔ تھوڑی دیر گزر

Marfat.com

جانے کے بعد مجھے علم ہو گیا کہ وہ ساحر اور فریب کار ہے خبیث اور کافر ہے۔

ہمیں علی بن ابی علی نے خبر دی۔ اس نے ابوالحسن احمد بن یوسف ازرق سے بیان کیا کہ حسین بن منصور حلاج جب بغداد آیا تو وہ عوام اور رؤساء کو گمراہی کی طرف دیتا تھا اور اس کی بڑی خواہش تھی کہ وہ اپنے طور پر طریق کو چھوڑ دیں۔(23)

''تاریخ بغداد'' کی یہ چار روایتیں مکمل طور پر حلاج کے خلاف ہیں۔ ملی جلی متعدد روایات کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ ان روایتوں میں بھی سوائے اس بات کہ میں قرآن کی مثل آیات بنا سکتا ہوں۔ باقی باتیں وہی ہیں جو عدالتی محاکمہ کے نتیجے میں سامنے آئی ہیں یا پھر عمرو بن عثمان مکی کا ذاتی غصہ اور پھٹکار ہے جو اُن دنوں کا ہے جب منصور اُن کی صحبت میں تھے اور پھر بے باکانہ اور گستاخانہ مکی کی صحبت ترک کی۔ مابین فریقین اس ناراضی کی ایک بڑی وجہ حلاج کی ابو یعقوب اقطع کی بیٹی سے شادی تھی کیوں کہ عمرو بن عثمان مکی نہیں چاہتے تھے کہ حلاج اس سے شادی کرے۔ لیکن ابن حلاج نے مُرشد کی اجازت کے بغیر یہ شادی کر لی۔ ناچاکی تو یہاں شروع ہو ہی گئی تھی مگر تب اس کی تکمیل ہوئی جب عمرو بن عثمان مکی کا ایک اہم رسالہ چوری ہو گیا۔ کہا یہ جاتا ہے کہ اس رسالے میں تصوف کے نہایت گہرے اسرار رموز رقم تھے جنہیں ایک عام آدمی تو کجا بڑے بڑے صاحب علم و دانش بھی سمجھنے سے قاصر تھے۔ یہ رسالہ حلاج نے چُرایا تھا اگرچہ چوری کی نیت نہیں بلکہ اپنے ذوق و تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایسا کیا اور نقل کرنے کے بعد رسالہ لوٹا بھی دیا۔ اس موقع پر مکی نے اُنہیں بددعا بھی دی تھی۔ اس روایت کے بھی کچھ حصوں کو مورخین و محققین مجہول وضعیف قرار دے چکے ہیں۔ الخطیب البغدادی کی متعدد روایات کئی واسطوں سے اُس تک پہنچی ہیں اس لئے اُن کا استناد کسی نہ کسی حد تک مشکوک ضرور رہا ہے۔

Marfat.com

ابن ندیم جن کا پورا نام محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق ہے نے قتل حلاج کے 65 سال بعد ''الفہرست'' نامی کتاب تالیف کی۔ اُن کے تذکرہ پر نظر ڈالتے ہیں۔

میں نے ابوالحسین عبیداللہ بن احمد بن ابوطاہر کی تحریر میں پڑھا ہے کہ حسین بن منصور ایک افسوں گر اور شعبدہ باز آدمی تھا۔ صوفی منش تھا اور اس نے اپنے آپ کو انہی الفاظ سے آراستہ کر رکھا تھا۔ تمام علوم کا ماہر و عالم ہونے کا مدعی تھا حالانکہ ان سب علوم میں بالکل کورا تھا۔ کیمیا گری سے کچھ واقف تھا۔ لیکن جاہل، متہور، بےونق اور سلاطین کے مقابلہ میں جسور تھا۔ بڑی بڑی سازشوں کا مرتکب اور حکومتوں میں انقلاب برپا کرنے کا خواہاں تھا۔ وہ اپنے پیروؤں کے سامنے اپنی الوہیت کا دعویٰ کرتا تھا اور حلول کا اظہار کرتا۔ بادشاہوں کے سامنے خود کو شیعہ اور عامہ اہل سنت کے سامنے صوفی منش ظاہر کرتا تھا اور اس سلسلے میں لوگوں سے کہتا۔

اللہ نے اس میں حلول کر لیا ہے اور وہ عین خدا ہے وہ مزید کہتا...... اُس کی کتابوں میں لکھا ہے کہ میں ہی قوم نوح و عاد و ثمود کو غرق و ہلاک کرنے والا ہوں۔ (24)

''الفہرست'' میں حلاج سے متعلق چھ صفحات رقم کئے گئے ہیں جن میں ایک صفحہ پر تو محض اُن کی تصانیف کی فہرست اور باقی پانچ پہ وہی روایتی عدالتی قصے کی داستان سو اس پر کسی طرح کی ردوقدح نہیں کی گئی اس لئے ہم اس پر کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ مگر مذکورہ روایت میں یہ لکھا گیا ہے کہ بڑی بڑی سازشوں کا مرتکب اور حکومت میں انقلاب برپا کرنے کا خواہاں تھا۔ جب کہ کوئی بھی تاریخی واقع، عدالتی محاکمہ اور مخالفین و موافقین کی جانب ایسی تحریر نہیں ملتی جو حلاج کی کسی بھی بڑی سازش یا شورش کو عیاں کرے

Marfat.com

ہاں البتہ مختلف تاریخی شورشوں اور سازشوں کے وقت کچھ حکومتی کارندے جو عوام دشمن سرگرمیوں میں ملوث تھے، حلاج کی مقبولیت اُنہیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی کہیں لوگ اس آدمی کی قیادت میں ہمارا تختہ نہ اُلٹ دیں۔ شاید اُن کی غلطی یہ تھی کہ وہ حلاج کی روحانی مقبولیت (اگرچہ وہ اتفاق کریں یا نہ) کو اُس کی سیاسی مقبولیت سمجھ بیٹھے تھے۔

ابن جوزی نے اپنی تصنیف ''المنتظم فی تاریخ الملوک وللاُمم'' میں لکھا کہ جب حلاج کو بارِ دگر پکڑا گیا تو بغداد میں اُسے ایک اونٹ پہ بٹھا کر بازاروں میں اس اعلان کے ساتھ پھرایا گیا ''آگاہ ہو جاؤ یہ شخص قرامطہ کا داعی ہے'' بعض لوگ اُسے جادوگر بھی سمجھتے تھے اور بعض صوفی قرار دیتے ہیں۔ ہندوستان کا سفر بھی اُس نے جادو سیکھنے کی خاطر کیا۔ اُس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ میں قرآن لکھ سکتا ہوں۔ وہ حلول وتجسیم کی تعلیم دیتا تھا۔ کبھی صوفیاء کے روپ میں ہوتا تو کبھی علماء کی صورت میں۔ وہ ہر مذہب ومکتب کے لوگوں کا ہم خیال ہو جاتا تھا۔

علامہ ابن جوزی کی رقم کردہ اس مختصر روایت میں ہمیں کوئی بات نئی اور ایسی نہیں دکھائی دیتی جو لائق محاکمہ ہو۔ مطلب ان سب باتوں پہ پہلے ہی بات ہو چکی ہے۔

ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں لکھا ہے کہ جب 309ھ میں حامد بن عباس کے حکم پر حلاج کو قتل کی غرض سے جیل سے نکال کر باب الطاق کے پاس لے گئے وہاں اُسے ہزار کوڑے مارے گئے، ہاتھ پیر کاٹے گئے پھر سر کاٹا اور بدن جلایا گیا راکھ دجلہ میں بہادی گئی وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جن کا ہر جگہ اعادہ ہو رہا ہے۔

امام الحرمین جوینی اپنی کتاب ''الشامل فی اُصول الدین'' میں تحریر کیا ہے کہ تین لوگوں نے باہم صلاح اور وصیت کی کہ سلطنت کو لوٹو اور ممالک میں فساد برپا کر دو ساتھ ہی سب لوگوں کی تالیف قلب کرتے ہوئے اُنہیں مرتد کر دو۔ ہر ایک نے یہ طے کیا کہ وہ علیحدہ علیحدہ ہر ایک ملک میں یہ فساد برپا کریں گے۔ ان میں سے جنابی نے ممالک احسا

Marfat.com

میں اور مقنع نے ممالک ترک میں اور حلاج نے علاقہ بغداد میں مکر وارتداد کا جال بُنا اس لئے اُسے مروادیا گیا۔ لیکن ابن خلکان کو اس روایت کی صحت پر شک ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک یہ تینوں کبھی ایک وقت میں ایک ہی مقام پر جمع نہیں ہوئے۔ البتہ حلاج اور جنابی ہم عصر ہیں، جمع ہونا ممکن تھا مگر کوئی تحقیق یہ نہیں بتاتی کہ یہ احباب کبھی ملے بھی تھے۔

مراد جنابی حلاج بارے یوں لکھتے ہیں کہ وہ ایک جادوگر تھا اور اس فن میں اُسے بڑی خاص مہارت حاصل تھی۔ وہ عبداللہ بن املاکوفی کا شاگرد تھا اور وہ ابو خالد کابلی کا شاگرد اور وہ ذرقانی یمامہ کا شاگرد اور ذرقانی وہ شخص تھا جس نے سجاح بنت حارث بن سوید تمیمہ سے جادو سیکھا تھا یہ عورت کاہنہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ ہم مراد جنابی کی دیگر روایات اس لئے ترک کرتے آرہے کہ اُن میں بھی مکمل یکسانیت ہے۔

''کتاب التعرف'' کے مصنف ابوبکر بن ابی اسحاق کلاباذی نے اپنی مذکورہ کتاب میں حسین بن منصور حلاج کو تمام رات عبادت و ریاضت میں گزارنے والا لکھا ہے۔ جب اس عمل کے دوران نیند اُن پر شدید غلبہ کرتی تو وہ اپنی بوجھل آنکھوں کے ساتھ پیشانی گھٹنوں پر رکھ کر کچھ دیر آرام کر لیتے۔ ایک آدمی نے اُن کی یہ حالت دیکھ کر کہا اپنے نفس پر کچھ رحم کیجئے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ ''واللہ جب خدائے مہربان نے میرے ساتھ مہربانی نہیں کی تو میں نفس کو آرام کیوں دوں۔'' کیا تم نے نبی پاکؐ کی وہ حدیث مبارکہ نہیں سن رکھی کہ سب سے زیادہ مصیبتیں انبیاء پر آئی ہیں۔ پھر اُن پر جوان کی مثال جیئے اور پھر ان کے بعد اُن پر جوان کے مثل ہوئے۔ اُنہوں نے حلاج کا ذکر ابوالمغیث کی کنیت کے ساتھ کیا۔ مزید لکھتے ہیں۔ میرے شیوخ میں سے ایک شیخ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں نے یہ واقعہ اپنے ایک دوست ابن سعدان سے سنا ہے کہ (ابن سعدان نے) بیس سال تک حلاج کی خدمت کی۔ وہ کہتے کہ اس طویل عرصے میں کبھی بھی میں نے اُنہیں کسی کے

Marfat.com

فوت ہونے یا کسی چیز کے ضائع ہونے پر افسوس وغم کرتے نہیں دیکھا اور نہ کبھی کوئی ایسی چیز طلب کی جو اُن کے پاس نہ ہو۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر کلاباذی نے حلاج کا ایک قول نقل کیا جو نہایت پُر پیچ اور دلچسپ جو ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں۔

''قبل'' اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا (سبقت نہیں کر سکتا) اور ''بعد'' اُسے قطع نہیں کر سکتا۔ ''عن'' اس سے موافقت نہیں کر سکتا۔ ''الی'' اس سے وابستہ نہیں ہو سکتا۔ ''فی'' اسے اپنے اندر نہیں لے سکتا۔ ''از'' اسے روک نہیں سکتا۔ ''ان'' سے مشورہ نہیں کر سکتا۔ ''فوق'' اس پر سایہ انداز نہیں ہو سکتا۔ ''تحت'' اسے سہارا نہیں دے سکتا۔ خدا (ضد) اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ''عند'' اس سے مزاحم نہیں ہو سکتا۔ ''خلف'' اس کو جکڑ نہیں سکتا۔ ''امام'' اسے محدود نہیں کر سکتا۔ ''کل'' اسے جمع نہیں کر سکتا۔ ''خفاء'' اسے پوشیدہ نہیں کر سکتا۔ اس کی قدامت، زمان (حدوث) پر سابق ہے اور اس کا وجود عدم پر سابق ہے، اور اس کی ازیست، غایت (حد) پر سابق ہے۔ اگر تو نے قبل کہا (اسے قبل سے تعبیر کیا) تو قبل تو اس کے بعد ہے اور اگر تو نے کیف کہا تو اس کی ذات اوصاف سے محجوب ہو جائے گی اور اگر تو نے این کہا (وہ کہاں ہے) تو اس کا وجود تو مکان پر مقدم ہے اور اگر تو نے ماہو کہا (ماہیت دریافت کی) تو اُس کا ہدیتہ (ذات) تمام اشیائے کائنات سے مبائن (مختلف) ہے۔

اس کے غیر کو ایک وقت میں دو صفات متضادہ سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کی ذات میں صفات متضادہ کوئی تضاد یا تخالف پیدا نہیں کرتیں۔ پس وہ اپنے ظہور میں باطن (پوشیدہ) وہ

Marfat.com

ظاہر بھی ہے باطن بھی ہے۔ القریب بھی ہے البعد بھی ہے، اور اس اعتبار سے مخلوقات سے مشابہت سے وراالوراء ہے۔ وہ بغیر مباشرت قائل ہے اور بغیر ملاقات تفہیم کرتا ہے اور بغیر ایما ہدایت کرتا ہے۔ خواہشات اس سے متازعت نہیں کرسکتیں اور افکار اس سے مخالطت نہیں کرسکتے۔ اس کی ذات کے لئے تکیف (کیسی ہے) یا کیفیت ثابت نہیں کی جاسکتی اور اس کے افعال کے لئے کوئی تکلیف (سعی) ثابت نہیں کی جاسکتی۔ (25)

اگرچہ ہمارے پاس کوئی ایسی سند نہیں جس کی بنا پر ہم یہ مکمل یقین سے کہہ سکیں کہ یہ تحریر ابن حلاج کی ہے۔ البتہ اس عبارت کا اسلوب اس بات پر دال ہے کہ یہ اُن ہی کی تحریر ہوسکتی ہے کیونکہ حلاج کی اب تک دستیاب تمام تحریروں کا اُسلوب ایسے ہی گنجلک، پیچیدہ اور عسیر الفہم ہے۔ عدالتی محاکے میں بھی اُن سے اس طرح کی تحریریں منسوب کی گئی ہیں۔ طواسین کا اسلوب بھی کم وبیش اسی ڈھنگ کا ہے۔

اب سب سے معتبر و مستند جانے والے مورخ و مصنف الحافظ ابوالفداء اسماعیل المعروف ابن کثیر کا تذکرہ دیکھتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنی 14 جلدوں پر مشتمل تصنیف ''البدایہ والنہایہ'' کی گیارہویں جلد میں ابن حلاج کا ذکر یوں کیا ہے۔

یہاں پر حالات، واقعات، کیفیت قتل کو مختصر طور پر بیان کریں گے۔ اپنے مقصد کو بہت ہی انصاف، دیانتداری کے ساتھ واضح کریں گے، جن میں اُن کے خلاف کوئی غلط بیانی، ظلم و زیادتی کو نہ آنے دیں گے۔

ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں کہ جو بات اُنہوں نے نہ کہی ہو، ہم کہیں یا اُن کے قول و فعل میں ان کی طرف غلط طریقے سے

Marfat.com

منسوب کریں۔(26)

کم از کم یہاں ابن کثیر کے انداز بیاں سے تو یہی احساس اور اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جس مقام و مرتبے کے آدمی تھے اُنہوں نے کوئی بات، روایت اور واقعہ غیر ذمہ داری سے تحریر نہیں کیا ہوگا۔ مگر ہم یہاں اُن کی تحریر میں موجود متنازعہ یا خلافِ حلاج باتوں پر زیادہ توجہ دیں گے۔ اس ضمن میں ہم نے جو روایت سب سے پہلے انتخاب کی ہے ملاحظہ ہو۔

> اسی لئے اس کے بیٹے سلیمان کی بیوی نے بھی اُس کی بہت سی بُرائیاں بیان کی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کی نیند کی حالت میں وہ اُس کے پاس آ کر حرام کاری کرنا چاہتا تھا لیکن جب اس عورت کی آنکھ کُھل گئی تو کہنے لگا کہ نماز کے لئے کھڑی ہو جاؤ۔ حالاں کہ اصل مقصد کچھ اور تھا۔
>
> اسی طرح اس کی بیٹی کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کرے تو اُس نے جواب دیا کہ کیا انسان اپنے جیسے دوسرے انسان کو بھی سجدہ کرتا ہے؟ اس پر اُس نے کہا ہاں کیونکہ ایک خدا آسمان میں ہے تو دوسرا خدا (یعنی میں) زمین میں ہے۔ پھر اُسے حکم دیا کہ اس کی چٹائی کے نیچے سے جو چاہو نکال لو تو اُس کے نیچے تھیلی میں رکھے ہوئے بہت سے دام مل گئے۔(27)

ان دو اقتباسات پر مشتمل ابن کثیر کی یہ حکایت اپنی اس صورت میں قریب قریب کسی بھی مورخ کے پاس موجود نہیں۔ دوسری بات اُنہوں نے اپنی تمام روایتوں کے ساتھ کوئی نہ کوئی مربوط و مبسوط حوالہ ضرور دیا ہے لیکن اس روایت کا تو اُنہوں نے کوئی بھی حوالہ پیش نہیں کیا۔ ابن حلاج کے بیٹے سلیمان کی بیوی یعنی حلاج کی حقیقی بہو کی طرف سے اتنے بڑے الزام کو کسی بھی سند کے بغیر لکھ دیا گیا ہے، اور سجدے والی روایت کا تذکرہ تو خیر اور

Marfat.com

انداز میں دیگر مورخوں کے پاس بھی موجود ہے لیکن صورتحال اس سے یکسر مختلف ہے۔

ابن کثیر کی اس روایت کی حقیقت نہایت مشکوک ہے کیونکہ خان آصف اور طاہر منصور فاروقی کی تصانیف و تالیفات اور متعدد تاریخی کتب میں اس سے ملتی جلتی روایت ضرور ہے جس کی صورت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ مخبر حامد کو یہ خبر دیتے ہیں کہ ایک ایسی عورت بغداد میں موجود ہے جو حلاج کے خدائی دعوے کی گواہی دیتی ہے اور اس عورت کا نام بنت سمری بتایا گیا ہے۔ حامد کے کارندوں کے ذریعے بنت سمری کو طلب کیا گیا یہ ایک جواں سال، خوش شکل و خوش گفتار خاتون تھی۔ کچھ معززین شہر کی موجودگی میں حامد نے اُس سے کچھ سوال پوچھے اور بعد میں اُسے یہ حکم دیا کہ تم کچھ دن خلوت میں حلاج کے ساتھ گزارو اور وہاں تمہارے ساتھ جو واقعات پیش آئیں وہ میرے روبرو بیان کر۔

مقرر وقت بیت جانے پر حامد نے بنت سمری کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے اتنے دنوں میں حلاج کو کیسا پایا تو اُس نے جواب دیا میں نے اُسے ہر چیز سے بے نیاز پایا۔ یہ سن کر حامد کو بڑی مایوسی ہوئی۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ تنہائی میں بنت سمری کی موجودگی حلاج کی پاکدامنی کو داغ دار کر دے گی۔ مگر اُس نے بتایا کہ وہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے جو کہ حلاج کی پرہیز گاری کی دلیل ہے۔

ابن کثیر نے تو اپنی روایت میں اس لڑکی کو اُن کے بیٹے سلیمان کی بیوی بتایا جب کہ یہاں صورت حال کچھ یوں جو آپ نے ملاحظہ کی ہے۔ جب حامد نے اس سے مسلسل سوال کیے تو اس لڑکی نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حلاج ہمہ وقت اپنے خیالوں میں گم رہتے تھے ایک دن اُنہوں نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں نے تمہارا نکاح اپنے بیٹے سلیمان سے کر دیا جو مجھے اپنی اولادوں میں سے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ نیشاپور میں مقیم ہے تو جلد اُس کے پاس پہنچ جائے گی۔ یہ روایت ابن کثیر کی بات کی مکمل نفی کرتی ہے

Marfat.com

کہ حلاج کے بیٹے سلیمان کی کوئی بیوی حلاج کے ساتھ کبھی قیام پذیر تھی اور حلاج نے کوئی گھٹیا حرکت کرنے کی کوشش کی بلکہ روایت کے مطابق تو یہ لڑکی حلاج کی پاکدامنی کی گواہی دیتی ہے یہ کہہ کر کہ میں نے اُسے ہر چیز سے بے نیاز پایا۔ اسی طرح سجدے والی بات بھی دیگر مورخین کے ہاں مذکورہ بالا روایت کا حصہ ہے جس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

جب حامد نے بنت سمری کو مجبور کر دیا کہ وہ کوئی ایسا واقعہ بیان کرے جس سے حلاج کا کُفر ثابت ہو سکے۔ تب اُس نے ایک اور واقعہ سناتے ہوئے کہا۔

ایک دن میں صبح کے وقت چھت سے اُترتی تھی حلاج کی بیٹی بھی میرے ساتھ تھی۔ حلاج مکان کے صحن میں بیٹھے تھے۔ جب ہم زینہ اُتر کر حلاج کے قریب آئیں تو مجھے اُس کی بیٹی نے کہا ''اُن کے آگے سجدہ کرو۔'' میں نے حیرت میں لڑکی سے پوچھا۔ کیا خدا کے سوا بھی کسی اور کو سجدہ روا ہے؟ میری بات حلاج نے سُن لی اور مجھے کہا۔ ہاں آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔ اللہ وحدہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد کوئی مورخ بنت سمری کے سجدہ کرنے کے متعلق نہیں بتاتا۔ علمائے کرام نے واقعے کی تشریح کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اگر حضرت منصور حلاج کے قول میں لا الہ الا اللہ وحدہ نہ ہوتا تو پھر یہ کلمۂ کفر تھا۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اپنی بات کے آغاز میں صداقت و دیانت کے دعوے کرنے والے شخص نے کسی بے انصافی سے کام لیا ہے۔ اب اس کے بعد اُن کی کونسی روایت قبول کی جائے اور کون سی رَدّ۔ ابن کثیر حلاج کے متعلق خود کیا رائے رکھتے تھے ذرا اُن کی تحریر سے ہی یہ بات معلوم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

> خطیب نے اُن کی طرف منسوب کرتے ہوئے اُن کا یہ مقولہ لکھا ہے کہ تمام اگلے اور پچھلے لوگوں کی نصیحتوں کا ماحصل یہ چار باتیں ہیں۔
> (1) رب جلیل کی محبت (2) تھوڑے (دنیا) سے دشمنی رکھنا (3) قرآن

Marfat.com

پاک کی اتباع (4) اچھی حالت (ایمان) سے بدل دیئے جانے کا
خوف۔ مگر اس میں میری رائے یہ ہے کہ حلاج نے خود ان میں سے
آخری دو باتوں پر عمل نہیں کیا ہے کہ قرآن پاک کی خود اُس نے اتباع
نہیں کی ہے اور دین پر قائم نہیں رہا۔ بلکہ ٹیڑھی راہ، بدعت و گمراہی
میں لگ گیا۔ ہم اللہ سے عافیت کی درخواست کرتے ہیں۔ (28)

اب یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ابن کثیر جو اپنی ذاتی رائے میں حلاج کو گمراہ اور بدعتی جانتے ہیں۔ وہ اپنے ذاتی میلان کی بنا پر ایسی خبروں، حکایتوں اور باتوں کو زیادہ اور آسانی سے قبول کریں گے جو حلاج کے خلاف جاتی ہوں گی۔ جبکہ ابن کثیر سے پہلے اور بعد میں کئی لوگوں نے حلاج کے متعلق حُسنِ ظن ظاہر کیا ہے۔

اس کے علاوہ اُنہوں نے خطیب بغدادی کے حوالے سے ایک اور روایت نقل کی ہے۔ جو سننے میں بہت دلچسپ ہے اور حلاج کی مکاری و عیاری کو ظاہر کرتی ہے۔ حلاج نے اپنے ایک خاص شاگرد کو حکم دیا کہ وہ فلاں پہاڑی پہ جا کے وہاں مقیم لوگوں پہ دنیا سے اپنی بیزاری اور بڑی ریاضت و عبادت ظاہر کرے چاہے حقیقت میں وہ نیکیاں کرے یا نہ کرے۔ جب لوگ مکمل اُس کی طرف مائل ہو جائیں اور اُس کی پارسائی کو ماننے لگیں۔ تب وہ لوگوں میں اچانک اپنے اندھے پن کا اظہار کر دے۔ یوں لوگ اُس کے علاج کی کوشش کریں گے۔ مگر اُس وقت تمہیں اُن لوگوں سے یہ کہنا ہو گا کہ اے خدا کے نیک بندو! مجھے کسی بھی علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہونے والا۔ آپ کی ہمدردی اور پیار اپنی جگہ ایک حقیقت ہے۔ پھر کچھ دنوں بعد لوگوں پر یہ ظاہر کرو کہ تمہیں رسول پاکؐ نے خواب میں یہ بشارت دی ہے کہ تمہاری تمام بیماریوں کا خاتمہ فلاں قطب کے ہاتھ سے ہو گا۔ جو فلاں مہینے فلاں تاریخ کو یہاں آئے گا اور اُس کا حُلیہ کچھ اس طرح کا ہو گا۔ یوں میں اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ اُس آدمی نے حلاج کی طے شدہ سکیم

Marfat.com

کے تحت جا کر پورا کام سرانجام دیا۔ آخر مقررہ دن میں حلاج لوگوں کی نظر سے چھپ چھپا کے شہر میں داخل ہوگیا۔ اُس نے سفید اونی کپڑے پہن رکھے تھے۔ ایک مسجد میں ستون کے ساتھ لگ کے بیٹھ کر عبادت میں مشغول ہوئے اور کسی کو بھی دیکھتے نہ تھے۔

اب لوگوں نے غور کرنا شروع کیا تو اسے بالکل ویسا ہی پایا جیسا کہ وہ اُس پہاڑی پر موجود بزرگ سے ذکر سُن چکے تھے۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پیر چومے اور اُس اندھے بزرگ کو اس بڑے قطب کے آ جانے کی خوشخبری سنائی۔ چنانچہ وہ لوگ اس اندھے کو اُٹھا کر بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس اندھے نے بزرگ سے کچھ باتیں کر کے پہچان لیا پھر اپنا خواب اور سارا مدعا بیان کیا۔ تب حلاج نے اپنے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی اور دعا کے بعد اپنے ہاتھوں پر تھوک کے اُن کو ملا اور پھر یہ ہاتھ اندھے کی آنکھوں پر پھیر دیئے۔ اُس کی آنکھیں ایسی ٹھیک ہوئیں جیسے اُسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر اپنا تھوک لے کر اُس کے پیروں پہ مَلا۔ جس سے وہ فوراً بھلا چنگا ہوگیا اور اُٹھ کر چلنے لگا۔

یہ سارا واقعہ کیونکہ لوگوں کے بیچ واقع ہوا جس کی وجہ سے تمام شہر میں حلاج کا چرچا ہوا۔ اُس کی عزت و عظمت میں اضافہ ہوا۔ اُس کی یہ فریب کاری اور مکاری بہت کامیاب رہی۔ کچھ دن اُس نے وہاں قیام کیا اور پھر رخصت ہونے لگا۔ تب لوگ نذرانے کے طور پر بڑی رقوم اور سونے چاندی لے آئے تو حلاج نے کہا۔ مجھے دنیاوی مال کی بالکل ضرورت نہیں۔ البتہ تمہارے اس بھائی (ڈرامہ کرنے والے بزرگ) کو ضرورت ہوگی تاکہ یہ حج بیت اللہ کرے، صدقات وغیرہ دے محتاجوں اور غریبوں کی مدد کے ذریعے نیک کام کرے۔ تب فرضی اندھے اور اپاہج بننے والے نے حلاج کی بات کی تائید کی۔ اس طرح وہ لوگوں سے ایک بڑی رقم اور سیم و زر لوٹ کے کچھ مُدت بعد حلاج سے جا ملا اور لوٹی ہوئی دولت آپس میں بانٹ لی۔

کیا خوب روایت ہے کہ حلاج نے اپنے جس مُرید، چیلے یا شاگرد کو مکاری کی ایک

Marfat.com

خاص مہم پر روانہ کیا اور اُسے مخصوص دنوں میں اندھا ہونے کی تاکید کی لیکن جب خود وہاں حلاج چلا جاتا ہے تو تب روایت میں زیبِ داستاں کے لئے وہ اپاہج (ٹانگوں سے معذور) بھی ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ روایت کے آخر میں دولت لوٹ کر جانے کا قصہ پھر حلاج کا اپنے چیلے کے ساتھ بٹوری گئی دولت بانٹنے کی بات نہایت کمزور اور بے ہودہ لگتی کیونکہ حلاج کی سوانح سے یہ بات پوری طرح روشن ہے کہ اس کے پاس دولت کمانے اور پانے کے مواقع ہمیشہ موجود رہے مگر کہیں بھی اُسے اس طرف راغب نہیں دیکھا گیا نہ تُستر میں نہ حاجب کی قربت میں، نہ خلیفہ کی ماں کی عقیدت میں اور نہ ہی اپنے دیگر مُریدین کے پاس سے ہم اُسے کوئی ایسی چال چلتا نہیں دیکھ پاتے کہ وہ اس دھندے میں ملوث رہا نہ تو بلاواسطہ اور نہ ہی بالواسطہ۔ اگر کوئی ایسی صورت ہوتی بھی تو حامد جیسا مکروہ دشمنِ حلاج اس بات کو عدالتی کارروائی میں کیوں نہ لاتا۔ جبکہ عباسیوں کے ظالمانہ ٹیکسوں کے زمانہ میں اُسے کئی بار یہ مواقع ملے کہ وہ علی بن عیسیٰ، خلیفہ کی ماں اور دیگر اُمراء کی مدد سے حکومت کا حصہ بن کر اس مہم میں اپنی جیبیں بھر سکتا تھا۔ مگر ایسا کرنے کی کوئی شہادت کہیں سے بھی نہیں ملتی۔ ابن کثیر نے ''حلاج کی مکاریاں'' کے عنوان سے اسی طرح کئی بے سروپا اور نہایت کمزور روایتیں شامل کی ہیں جن پر بات کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔

اسی طرح بعد کے بہت سے تاریخی تذکروں اور کتب میں حلاج کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا جاتا رہا۔ وہ مقدمین کا چربہ ونقل سے بڑھ کے کچھ نہیں۔ اس لئے اُن سب کا حوالہ گھسی پٹی باتوں کا اعادہ ہوگا۔

Marfat.com

حلاج صوفیاء کے نزدیک

حسین بن منصور حلاج کے بارے میں صوفیاء کرام کی رائیں مختلف ہیں۔ مجموعی طور پر اکثریت کی رائے اُن کے حق میں بہتر ہے لیکن کچھ کی اُن کے خلاف بھی ہے۔ ابن کثیر نے خطیب بغدادی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ صوفیاء میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ ''وہ مشائخ کی صحبت میں بالکل نہیں رہے'' ہوسکتا ہے حلاج کے ہم عصر صوفیاء کی اکثریت اُن کے بارے میں اچھی رائے نہ رکھتی ہو۔ ویسے تو اُن کے معاصر صوفیاء یا لوگوں کی اکثریت کا اُن کے بارے میں اچھی رائے نہ رکھنا ہی اُن کے اچھے ہونے پر دال ہے۔

جو بُرائی تھی میرے نام سے منسوب ہوئی
دوستو! کتنا بُرا تھا میرا اچھا ہونا

اس بات کے کئی اسباب ہیں کہ اُس وقت بہت سے علماء، صوفیاء اور لوگ منصور کے بارے میں اچھی رائے کیوں نہیں رکھتے تھے کیونکہ بہت سے لوگ وزیر حامد کے مظالم کے ڈر سے بھی حلاج کے بارے میں اپنی اصلی اور حقیقی رائے کا اظہار نہیں کرتے اور بہت سوں کو اصلی حقائق معلوم ہی نہیں تھے بلکہ جو کچھ شہر میں سرکاری منادی کے ذریعے تشہیر حلاج کرائی گئی تھی لوگوں کی واقفیت اسی حد تک تھی۔ یا پھر اُن اُڑتے قِصوں تک جو ایسے موقعوں پر مختلف عوامی محفلوں و مجلسوں میں سنائے، گھڑے اور اُڑائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس تاریخی واقعہ سے آپ ہمارے موقف یا بات کو باآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ فخرالدین رازی جو حسن بن محمد بزرگ امید کے دور میں اپنے شہر ''رے'' میں درس دیا کرتے تھے وہ اپنے درس قرآن و حدیث اور دیگر علوم کی تدریس میں اسمعیلیہ اور خاص طور پر نزاریہ کے عقائد کو زیر بحث لاکر اُن کے عقائد کی تردید کرتے۔ اُن کا ایک شاگرد کئی ماہ سے بڑی عقیدت اور ذوق وشوق سے حاضر رہتا۔ علامہ رازی اس کی عقیدت و ذوق وشوق کو دیکھ کر اُس سے محبت کرتے تھے اور اپنے ارشد تلامذہ میں شمار کرتے تھے۔ ایک روز علامہ رازی اپنی قیام گاہ میں تنہا تھے۔ وہی شاگرد موقع مناسب جان کر آ گیا اور اپنی جیب سے خنجر نکال کر اُن کے سینے پر سوار ہو گیا۔ علامہ رازی نے پوچھا میرا کونسا جرم ہے کہ تم میرے قتل کے درپے ہو میں تمہیں شاگرد رشید سمجھ کر ہمیشہ تم سے محبت آمیز سلوک کرتا رہا۔ اُس نے کہا تم ہمارے امام اور ہمارے مذہب کو اپنے درس میں ہدف تنقید وتنقیص بناتے ہو چونکہ تم ایک عالم اور مقتدر شخص سمجھے جاتے ہو اس لئے لوگ تم سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ علامہ رازی نے اس کی منت سماجت کی اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ اس فرقہ کے خلاف زبان نہیں کھولیں گے۔ لیکن شاگرد نے کہا میں اُس وقت تمہارے وعدوں اور قول وقرار پر اعتبار کروں گا۔ جب تم حکومت الاموت کا وظیفہ خوار بننا قبول کرو گے اس طرح نمک حلالی کرنا تم اپنا فرض خیال کرو گے۔ علامہ رازی نے یہ بات قبول کر کے اپنی جان بچائی اور پھر اپنا قول نبھاتے رہے۔ اب اگر کوئی شخص اُن سے نزاریہ کے متعلق سوال کرتا تو طرح دے جاتے اور اگر کوئی اصرار کرتا تو صاف کہہ دیتے اُن کے پاس

Marfat.com

وزنی دلائل اور قاطع براہین ہیں اس لئے میں انہیں ہدف تنقید نہیں بنا سکتا۔(29)

کیا اب کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ نزاریہ کے متعلق امام فخر الدین رازی کی جو رائے تھی وہ اُن کی ذاتی رائے تھی ہرگز نہیں یہ صورتحال بغداد میں حلاج سے متعلق عام لوگوں کی بھی تھی۔ ابن عطا حلاج کے متعلق نیک رائے رکھتا تھا جس بے دردی سے وزیر نے اُسے مروایا اُس کے بعد کون یہ جرأت کرتا کہ حلاج کے حق میں اچھی رائے دیتا۔ لیکن بعد کے صوفیاء کی ایک بڑی اکثریت نے حلاج کے متعلق نیک خواہشات کا اظہار کیا اور اُسے عاشق باصفا جانا ہے۔ ہم پہلے حلاج کے متعلق اُن کے معاصر صوفیاء کی رائے جانتے ہیں۔

الکلاباذیؒ:

پورا نام ابوبکر محمد بن اسحاق الکلاباذی ہے۔ 388ھ کو بخارا میں وفات پائی۔ وہ بہت بڑے حنفی عالم اور فقیہ تھے۔ قدیم تصوف پہ انہیں سند مانا جاتا ہے۔ ''التعرف المذہب التصوف'' (مذہب وتصوف کا تعارف) اُن کی شاہکار تصنیف ہے۔ اُن کی اس کتاب کی اہمیت اور علمی مرتبے کا اندازہ مشہور مصری سکالر چیئرمین شعبہ دینیات جامعۃ الازہر یونیورسٹی قاہرہ ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر کی تصنیف ''جنید بغداد'' سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

> کلاباذی کی یہ کتاب اس زمانے کے صوفی نظریات کا ایک ماخذ، صوفی روّیے کے جواز کے حق میں پہلی آواز اور ایک بے داغ غیر جانبداری پر مشتمل تصنیف ہے۔ اس لئے کہ کلاباذی ایک کٹر سُنّی تھے۔
>
> کلاباذی کی کتاب التعرف المذہب والتصوف نے تمام اسلامی دنیا میں فی الفور قبول عام حاصل کر لیا اور بطور ایک مستند تصنیف کے تسلیم کی گئی۔(30)

Marfat.com

اب دیکھتے ہیں راہ تصوف کا یہ شہسوار حلاج کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ اُنہوں نے حلاج کے اقوال اُن کی کتب کے ساتھ درج کیے ہیں اور اُنہیں ملحد، کافر یا زندیق کہنے کے بجائے بڑا صوفی اور قائم الملیل قرار دیا ہے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب کے اہم ترین باب (باب پنجم کو اہم قرار دیا) میں صرف حلاج ہی کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا۔ جبکہ وہ خود شیخ فارس کے مریدوں میں سے تھے اور یہ بزرگ حلاج کے شدید ترین مخالفین و حاسدین میں سے ایک تھا۔

السلمیؒ:

ان کا پورا نام ابوعبدالرحمان محمد بن الحسین بن موسی السلمی النشیاپوری۔ ان کی معروف زمانہ تصنیف ''طبقات الصوفیہ'' ہے۔ اُنہوں نے حلاج کے بارے میں جو لکھا کچھ اس طرح ہے۔ مشائخ کا منصور کے بارے میں اختلاف الرائے ہے۔ اکثر کا خیال یہ ہے کہ وہ تصوف میں کوئی مقام نہیں رکھتے تھے۔ لیکن اکثر اہل علم حلاج کی تعریف کرتے تھے اور اُن کے بارے میں نیک رائے رکھتے تھے۔ اُن کے مطابق ابوالعباس بن عطاء، ابوعبداللہ محمد خفیف اور ابوالقاسم نصر آبادی نے حلاج کی تعریف کی ہے۔ بلکہ خفیف نے تو اُنہیں عالم ربانی قرار دیا ہے۔

اس سب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ السلمی کی ذاتی رائے حلاج کے بارے میں ایسی نہیں تھی کہ وہ اُسے کافر، ملحد، زندیق یا واجب القتل سمجھتے۔

ابن عطاؒ:

ابن عطا کا پورا نام ابوالعباس احمد بن محمد بن سُہیل بن عطا الآدمی تھا۔ یہ حضرت جنید کے قریبی ہم نشین تھے۔ دونوں کا گہرا قلبی یارانہ تھا۔ لیکن دونوں کے بیچ ایک مسئلہ پر ایسا

Marfat.com

اختلاف ہوا کہ دونوں کا نہ صرف رشتہ دوستی ٹوٹا بلکہ وہ ایک دوسرے کے مدمقابل ٹھہرے۔ ان کی منصور حلاج بارے رائے کسی سے ڈھکی چھپی نہیں بلکہ یہ تو حلاج کی صحبت کے پہلے شہید ہیں۔ کیونکہ جب وزیر نے ابن عطا کو بُلوا کر حلاج کے متعلق رائے لی تو انہوں نے نہ صرف حلاج کے عقیدے کو درست قرار دیا بلکہ خود کو اُن کا پیرو بتایا۔ پھر وزیر نے اُسے اپنے اہلکاروں کے حوالے کر کے یہ حکم دیا کہ اسے اس وقت تک مارو جب تک یہ اپنی رائے حلاج کے متعلق تبدیل نہ کرے۔ ابن عطا کو اس قدر تشدد کا نشانہ بنایا گیا کہ اس تشدد میں فوت ہو گئے مگر حلاج کو ایک زاہد، عابد اور صوفی کہنا نہ چھوڑا۔

ابو محمد سہل بن عبداللہ تُستریؒ:

آپ تُستر کے رہنے والے تھے انتہائی چھوٹی عمر میں اپنے ماموں شیخ محمد بن سمار کے ساتھ مشغول عبادت ہوئے۔ منصور حلاج سولہ سال کی عمر میں آپ کی صحبت میں آئے۔ یوں یہ حلاج کے پہلے پیر و مُرشد بنے۔ حلاج نے دو سال ان کی صحبت کا فیض پایا۔ حلاج اپنی باطنی یا فطری بے چینی کے سبب سے بہت مشکل و عجیب سوال پوچھتے رہتے تھے۔ ایک دن سہل بن عبداللہ نے اُنہیں تنہائی میں بُلا کر سمجھانے کی کوشش کی کہ راز کی باتیں سرعام کہنا جائز نہیں۔ وہ راز جو خدا اپنے بندوں پر عیاں کرتا ہے۔ ایسے رازوں کا عام لوگوں میں چرچا کسی صورت مناسب نہیں۔

اس واقعہ کے بعد وہ ایک رات چپ چاپ اپنے پیر و مرشد کی صحبت ترک کر کے بغیر اجازت چلے گئے مگر اُن کے بارے میں سہل سے کوئی ویسی بات نہیں سنی گئی۔

عمرو بن عثمان المکیؒ:

آپ کا شمار شُرفاء بغداد میں ہوتا ہے۔ آپ کا حقیقی وطن یمن تھا۔ کیونکہ آپ نے

Marfat.com

ایک لمبا عرصہ مکہ میں قیام کیا تو اس لئے مکی کہلائے۔ حضرت داتا گنج بخش نے اُنہیں طریقت کے سرداروں میں شمار کیا ہے۔ جب اُنہوں نے قاضی کا عہدہ قبول کیا تو جنید بغدادیؒ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ حسین بن منصور حلاج کے دوسرے پیر و مُرشد تھے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ خان آصف نے لکھا ہے کہ حلاج، سہل بن عبداللہ تُستری کی صحبت میں حاضر ضرور ہوئے مگر اُن کی باقاعدہ بیعت کبھی نہیں کی تھی۔ یوں مکی ہی اُن کے پہلے مرشد ہوئے۔ حلاج نے کم وبیش اٹھارہ ماہ (یعنی ڈیڑھ سال) اس عارفِ کامل سے اکتسابِ فیض کرتے رہے۔ یہاں بھی اکثر اوقات حلاج اپنے اُستاد سے عجیب وغریب سوال کیا کرتے تھے، اور وہ ہمیشہ یہ تلقین کرتے رہے۔ حسین اس راہ معرفت میں صبر و استقامت شرطِ اولیں ہے۔ جوش واضطراب سے تمہیں کچھ بھی نہیں ملنے والا۔ کہا یہ جاتا ہے کہ حلاج اور مکی میں خلیج پیدا ہوئی جس کا سبب حلاج کا ابو یعقوب الاقطع کی بیٹی سے شادی کرنا تھا۔ کیونکہ مکی نہیں چاہتے تھے کہ حلاج اس لڑکی سے شادی کرے۔ پھر اس کے بعد مکی کا ایک نہایت ہی خاص رسالہ چوری ہو گیا جس پر اُنہوں نے اپنے تمام شاگردوں کو جمع کر کے پوچھا کہ تم میں سے کس نے میرا رسالہ چُرایا ہے۔ سب خاموش رہے۔ اُنہوں نے دوبارہ پوچھا مگر کوئی بھی نہ بولا۔ آخر غیظ وغضب میں آ کر مکی نے کہا آپ میں سے جس شخص نے میرا رسالہ چرایا اُس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کے اُسے پھانسی دی جائے گی پھر اُسے جلا کر اُس کی راکھ دجلہ میں بہادی جائے گی۔

کہا جاتا ہے کہ یہ رسالہ حلاج نے چُرایا تھا اور بعد میں واپس بھی کر دیا۔ تب مکی نے نہایت ناگوار لہجے میں کہا:

حسین تمہیں اس رسالے کی نقل سے کوئی فائدہ نہیں ملے گا یہ معرفت کے وہ بھید ہیں جن تک تیری رسائی ممکن نہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے جس کے سبب سے مکی، حلاج سے برہم ہوئے۔ ایک دفعہ

Marfat.com

اُنہوں نے حلاج کو کچھ لکھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا حسین! کیا لکھتے ہو؟
حلاج نے جواب دیا ایسی عبارت لکھ رہا ہوں جو قرآن کا مقابلہ کر سکے۔ اس پر مکی نے اُنہیں طعن و ملامت کی۔ مگر اس روایت پر زیادہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرآن کا جواب تحریر کرنا اسلامی عقیدہ کے مطابق کفر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام تر اختلافات کے باوجود اُن پر یہ کفر ثابت نہیں ہوا۔
اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ عمرو بن عثمان مکیؒ کے ہاں بھی ہمیں حلاج کے طعن و ملامت، تاکید و تلقین تو دکھائی دیتے ہیں پر کفر اور الحاد کی کوئی بات اُن سے نہیں سنتے۔

جنید بغدادیؒ:

حسین بن منصور حلاج مکی کی صحبت ترک کرنے کے بعد حضرت جنید بغدادیؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ تصوف و شریعت کی دُنیا میں جنیدؒ کا نام کسی رسمی تعارف کا محتاج نہیں۔
روایت ہے جب حلاج جنیدؒ کی خدمت حاضر ہوئے تو حضرت جنید بغدادیؒ نے پوچھا کس مقصد سے میرے پاس آئے ہو؟ تو کہنے لگے شیخ کی صُحبت اختیار کرنے کی غرض سے۔ اس پر جنیدؒ نے جواب دیا، میں دیوانوں کو اپنی صُحبت کے لئے قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ حُسنِ صحبت کا تقاضا ہے کہ بندہ اپنے حواس میں ہو اور ہوش و تمیز کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر نتیجہ وہی طرزِ عمل ہوتا ہے جو آپ سہل بن عبداللہؒ اور عمرو بن عثمان مکیؒ کے پاس دکھا کر آ رہے ہو۔ اس پر حلاج نے جواباً عرض کیا کہ شیخ ہوش و مدہوشی ہر دو انسان کی خوبیاں ہیں۔ جب تک بندہ اپنی تمام صفات سے نیست نہیں ہو جاتا وہ اپنے مالک سے دور اور حجابوں میں ہی رہتا ہے۔ اس پر حضرت جنیدؒ نے کہا۔ ابن منصور تم ہوش و مدہوشی کے بارے میں غلطی پر ہو کیونکہ ہوش خدا کے معاملے میں انسان کی سلامتی اور عقل پر

Marfat.com

دلالت کرتا ہے جبکہ مدہوشی علامت ہے تمنا کے حد سے گزر جانے، اور عشق کی انتہا کو پہنچ جانے کی۔ ان دونوں چیزوں میں سے کسی پر بھی انسان اپنی کوشش کے نتیجے میں پورا نہیں اُتر سکتا۔ اے ابن منصور! مجھے تمہاری باتوں میں سوائے بے وقوفی اور دیوانگی کچھ نہیں دکھائی دیتا۔

اب یہاں کچھ باتیں لائق توجہ ہیں کہ عمرو بن عثمان مکیؒ سے منسوب حلاج کے متعلق یہ روایت کہ وہ قرآن کا جواب لکھ رہے تھے جسے راویوں نے دو مختلف انداز میں بیان کیا ایک صورت تو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں روایت کی دوسری صورت یوں ہے۔

عمرو المکی حلاج کی بابت کہتے تھے اگر میں اسے کہیں پالوں تو اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کر دوں۔ جب ان سے اس قدر برہمی کا سبب پوچھا گیا تو بولے ''میں ایک مرتبہ قرآن پاک کی ایک آیت پڑھ رہا تھا کہ حلاج بول اٹھا'': ''ایسا کلام تو میں بھی بول سکتا ہوں۔'' (31)

ہمارا مقصود یہ ہے کہ مکی بھی حضرت جنیدؒ کے شاگرد تھے۔ اگر ایسی صورت ہوتی تو مکی ضرور اپنے اُستاد کو حلاج کی اس کافرانہ حرکت کی اطلاع دیتے۔ یوں جنیدؒ کسی بھی صورت حلاج کو اپنے حلقہ میں بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے نہ صرف حلاج کو اپنی صُحبت میں داخل ہونے کی اجازت دی بلکہ اپنی بیعت سے بھی بہرہ یاب فرمایا۔ یوں قرآن کا جواب لکھنے والی روایت کی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ یہ روایت معروف صوفی ابونصر عبداللہ ابن علی السراج الطوسی کی تصنیف ''اللمع فی التصوف'' میں ہی درج کیوں نہ ہو۔

حلاج اپنے سوالات اور عمرو بن عثمان مکیؒ کے رسالہ چوری کرنے کے سبب (وہ رسالہ جو انہوں نے اپنے اُستاد کو واپس بھی کر دیا تھا) دوبارہ مکی کے دل میں اپنے لئے کوئی جگہ نہ بنا سکا اور نہ ہی مکی نے اُن کے متعلق اپنے دل کا میل کبھی نکال باہر کیا۔ بلکہ وہ ہمیشہ ناخوشگوار

Marfat.com

لہجے میں حلاج کا ذکر کرتے۔اسی طرح اُن کے شاگرد خاص ابو یعقوب نہر جوری بھی حلاج کی شدید مخالفت کرتے اور اُن کے متعلق نازیبا کلمات ادا کرتے رہتے تھے۔حلاج نے حضرت جنید بغدادیؒ سے اس سلوک کا شکوہ کیا تو اُنہوں نے حلاج کو تلقین صبر کرتے ہوئے فرمایا۔حسین !وہ تمہارے اُستاد ہیں تم اُن کی خاطر داری کرتے رہو۔

حلاج کم وبیش ایک سال جنیدؒ کی صحبت سے فیض پاتے رہے۔پھر مکہ روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ مکہ سے واپسی پر بھی اُنہیں جنید نے اپنی صحبت میں قبول کیا اگرچہ بعد پھر حلاج کے مضطربانہ اور عجیب سوالات نے ہر دو کے بیچ علیحدگی پیدا کی لیکن جنید بغدادیؒ نے بھی منصور کے متعلق ایسی کوئی بات نہ کہی جو اُن کے زندیق و کافر ہونے کی گواہی فراہم کرے۔

ابن عطا اگرچہ اُس زمانے کے بہت بڑے صوفی ہیں مگر ہم اُن کی رائے یہاں اس لئے درج نہیں کریں گے کہ اُنہیں حلاج سے خاص عقیدت تھی۔

ابو بکر شبلیؒ:

آپ کا اصل نام جعفر بن یونس بتایا جاتا ہے۔حضرت ابو بکر شبلی بغداد کے وہ صوفی بزرگ ہیں جن کے متعلق حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ شبلی کا وجود مخلوق کے درمیان عین الٰہی ہے۔دیکھتے ہیں کہ یہ شبلی جن کے متعلق حضرت جنیدؒ یہ کہہ رہے ہیں وہ حسین بن منصور کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

> حضرت ابو بکر شبلی فرمایا کرتے تھے، میں اور ابن منصور دونوں ایک ہی ہیں۔میرا بھی وہی حال ہے جو اُن کا ہے مگر فرق یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنا حال ظاہر کر دیا اور میں نے چھپائے رکھا۔
>
> ایک اور موقع پر فرمایا ''لوگوں نے مجھے دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا مگر منصور کو اُس کی عقل نے ہلاک کر ڈالا۔'' (32)

Marfat.com

اسی طرح ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر کی ایک مختصر سی روایت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حلاج کے قصے میں شبلی کا جو کردار بیان کیا جاتا ہے وہ بہت اہم ہے۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے عام لوگوں کے سامنے تو حلاج کے طرزِ عمل کا رد کیا تھا۔ لیکن دراصل وہ برابر اس کی عزت و تکریم کرتے رہے تھے۔(33)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عدالتی محاکمہ کے دوران شبلی نے حلاج کے آدھے عقائد کو رد کیا اور آدھے قبول کیے۔ مگر انہوں نے بھی حلاج کو واجب القتل یا زندیق کبھی قرار نہیں دیا۔

امام غزالیؒ:

حجۃ الاسلام ابوالحامد الغزالی تاریخ تصوف میں مثل آفتاب چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ کیمیائے سعادت، احیاء العلوم الدین، المنقذ مین الاضلال جیسی معرکتہ الآراء کتب تحریر کیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں حلاج کے نعرہ انا الحق کو ایک وہم قرار دیا، اور کہتے ہیں کہ انسان محبت کی گہرائی میں اپنے اور محبوب کے درمیان فرق نہیں کر سکتا یہی حلاج سے ہوا۔ مشکواۃ الانوار میں حلاج کے عشق کا یوں اعتراف کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ الوہی جُنن نے حلاج کو اس نعرہ پر اُکسایا تھا۔ انہوں نے حلاج کے نام کے بغیر اُن کی دعاؤں کو اپنی تحریروں میں شامل کیا۔

حضرت شیخ علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخشؒ:

پیر کامل داتا گنج بخش کے نام سے شہرت پانے والے شہسوار تصوف نے اپنی معروف زمانہ تصنیف ''کشف المحجوب'' کے گیارھویں باب میں حسین بن منصور حلاج کا ذکر نہایت عقیدت و احترام سے کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوالمغیث حسین بن منصور حلاجؒ بھی حضرت تبع تابعین میں سے ایک ہیں۔ آپ طریقت کے مشتاقوں اور مستوں میں سے تھے۔ بعض مشائخ کے نزدیک آپ مردود ہیں لیکن بعض کے ہاں مقبول...... اہل سنت والجماعت کے ارباب بصیرت کا اتفاق ہے کہ کوئی مسلمان نقصان پسند اور جادوگر نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی کافر صاحب کرامت ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ضدین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ حالانکہ حسین بن منصور جب تک زندہ رہے نیکی کے لباس میں رہے۔ یعنی اچھی نمازوں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور مناجات میں مشغول رہے۔ ہمیشہ روزے سے رہتے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی عظمتوں کو بیان کرتے رہتے اور حق تعالیٰ کی صفتِ توحید کے عمدہ نکات بیان کرتے رہے۔ لہٰذا اگر آپ کے افعال سحر پر مبنی ہوتے تو اس طرح کے نیک کام آپ سے محال ہوتے۔ (34)

داتا گنج بخشؒ کی تحریر کا یہ اقتباس کھلے لفظوں میں حلاج کی ولایت کا اعتراف ہے اور اُن کے زہد وتقویٰ کی تصدیق بھی۔ کیا داتا گنج بخش جیسے اہل دانش وحکمت بزرگ نے بھی حلاج کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی تھی۔ ہم یہاں اُن کی تحریر کا ایک اور اقتباس درج کرتے ہیں تاکہ مزید تصدیق ہوسکے حلاج کے متعلق اُن کی رائے اور عقیدہ کیا تھا۔

میں نے بغداد میں ملحدین کے ایک ایسے گروہ کو دیکھا ہے کہ وہ آپ سے (یعنی حلاج سے) محبت کا مدعی ہے اور آپ کے کلام کو اپنے الحاد کے لئے محبت قرار دیتا ہے اور اپنے آپ کو حلاجی کہتا ہے، اور آپ کے معاملہ میں بڑی مبالغہ آمیزی سے کام لیتا ہے۔ جس طرح رافضی لوگ حضرت علیؓ سے اپنی محبت کے بارے میں انتہائی مبالغے

Marfat.com

سے کام لیتے ہیں۔ میں انشاء اللہ اُن کے کلام کی تردید ان فرقوں کے بیان میں ایک باب لاؤں گا۔ الغرض چونکہ آپ مغلوب الحال تھے، اور اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکتے تھے۔ اس لئے آپ کا کلام لائق اِقتداء نہیں کیونکہ صرف اُسی شخص کا کلام لائق اِقتداء ہوتا ہے جو اپنے آپ پر قابو رکھ سکے۔ پس الحمد اللہ میرے دل میں آپ کی عزت موجود ہے تاہم نہ تو آپ کا طریق کسی اصل پر صحیح ہے اور نہ ہی آپ کا حال کسی محل پر متمکن ہے اور آپ کے افعال میں بظاہر بڑا فساد ہے، مجھے اپنے مکاشفات کی ابتداء میں آپ سے متعلق بہت سے دلائل حاصل ہوئے اور میں نے آپ کے کلام کی شرح میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے۔ جس میں آپ کے کلام کی عظمت اور آپ کے احوال کی حجت کو دلائل و براہین سے ثابت کیا۔ علاوہ ازیں اس سے قبل ذکر کردہ اپنی کتاب ''منہاج الدین'' میں بھی آپ کے احوال کی ابتداء وانتہا کو بیان کیا۔ (35)

یہ اقتباس واضح انداز میں حلاج کی عزت وعظمت اُن کے کلام ونظریات کی بُلند نظری اور فکری سطوت کا مُنہ بولتا ثبوت ہے وگرنہ داتا گنج بخشؒ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ اُن کے دل میں حلاج کی بڑی عزت ہے اور میں نے اُن کے کلام کی عظمت اور احوال کی محبت پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ البتہ ابھی تک یہ راز باقی ہے کہ حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش کی یہ مذکورہ تصنیف کہاں کھوگئی اور ابھی تک سامنے کیوں نہیں آ سکی۔

شیخ فریدالدین عطارؒ:

آپ کا حقیقی نام محمد بن ابی بکر ابراہیم اور کنیت ابوحامد، فریدالدین لقب اور عطار تخلص

Marfat.com

ہے۔آپ اپنے لقب سے ہی مشہور ہوئے۔اس لئے کم لوگ ہی آپ کے حقیقی نام سے آشنا ہیں۔آپ کی ولادت 513ھ کو نیشاپور کے مضافات میں ہوئی۔تصوف میں اپنی ریاضت وکمالات کی بنا پر بڑا نام پایا۔قاضی نوراللہ شوستری کی تصنیف ''مجالس المومنین'' کے مطابق آپ کی تصانیف کی مجموعی تعداد 114 ہے۔

لوئی ماسینیوں کہتا ہے کہ شیخ فریدالدین عطار نے جس طرح کھل کر اور بھرپور انداز میں حلاج کی ستائش کی اسے بعد کے لوگوں کو انہیں اپنانے میں راہ ملی۔شیخ فریدالدین عطار نے حلاج کے متعلق بہت ہی نیک خیالات کا اظہار کیا۔فرماتے ہیں۔

> اس قتیل فی سبیل اللہ، پیشہ حقیقت کے شیر، اس بے حد سچے دلیر، صف در (صفیں چیرنے والا) اس ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں غرق مصور حلاج کا معاملہ عجیب رہا ہے۔......وہ سوز واشتیاق میں ڈوبا ہوا اور آتشِ فراق کی شدت میں مست و بے قرار تھا۔وہ شوریدہ روزگار اور صادق و پاک باز عاشق تھا۔عظیم جدوجہد کا مالک، حیران کن ریاضت وکرامت کا حامل۔عالی ہمت، رفیع قدر اور زیبا سُخن تھا۔...... مجھے تعجب ہے ایسے لوگوں پر جو اس بات کو تو درست سمجھتے ہیں کہ کسی درخت کی آواز آئے اور درخت درمیان میں نہ ہو (درخت وہاں نہ رہے) لیکن اُن کے نزدیک یہ کیوں روا نہیں کہ حسین سے انا الحق کی آواز آئے اور حسین درمیان میں نہ ہو جیسا کہ حق تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان سے بات کی (ان الحق ینطق علی لسان عمر)۔(36)

یہ خیالات عطار کے حلاج سے متعلق ہیں جس سے آپ با آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ حلاج کو ولایت کے کس مقام پر متمکن دیکھتے تھے۔لوئی ماسینیوں کہتا ہے۔

> عطار سے پہلے ابوسعید الخیر نے کہا تھا۔حلاج کی طرح دار پر جان

Marfat.com

دینا ایک ایسا مقام ہے جو مَردوں کے لائق ہے۔ نامَردوں کے نہیں۔(37)

عطار نے معروف مثنوی ''منطق الطیر'' میں تو حلاج کی عظمت کا عالی شان اظہار کیا ہے۔ اُنہوں نے حلاج کو حقائق و اسرار اور معانی و معارف میں بڑا ہی کامل کہا ہے اور اُنہیں سخن میں ایسا صاحب فصاحت و بلاغت قرار دیتے ہیں کہ اُنہیں اُن کی ٹکر کا کوئی اور نظر ہی نہیں آتا۔ اسی طرح دقتِ نظر اور کیاست و فراست میں وہ حلاج کو بے مثل قرار دیتے ہیں۔

حضرت عبدالقادر جیلانی کہتے ہیں کہ منصور نے ٹھوکر کھائی اور اُن کو کوئی آدمی ایسا نہ ملا جو اُن کو سنبھال لیتا اگر وہ میرے زمانے میں ہوتے تو میں اُن کو ضرور سنبھال لیتا۔ پیر غلام حیدر علی شاہ جلال پوری کے ملفوظات ''ذکر حبیب'' میں تحریر ہے کہ حضرت منصور شہیدؒ کو حاکمان وقت نے غلطی سے سولی پر لٹکا دیا۔ کسی کو بھی اُن کے مقام و مرتبہ کی حقیقت کا پتہ نہ چل سکا اس لئے وہ حکمرانوں پہ منصور کا درست مقام آشکار نہیں کر سکے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ:

دنیائے اسلام میں اپنی شاہکار مثنوی کی بدولت جو شہرت و مقام مولانا رومی کو حاصل ہوا اُس کی نظیر نہیں۔ آپ نے اپنی مثنوی میں کئی مقامات پر حلاج کو عارف حق قرار دیا اور اُن کے نعرہ انا الحق کو جائز قرار دیا۔

چوں انا الحق گفت و شیخ و پیش برد
پس گلوئی جملہ کوران را فشرد

مثنوی روم جا بجا اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ حلاج کے اقوال و افعال سے کسی بھی طور شرع کی مخالفت کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ مولانا کہتے ہیں کہ جب منصور نے انا الحق کہا

Marfat.com

تھا اُس وقت اُس کی اپنی ہستی کی اُس کے وجودِ ذہنی سے نفی ہو چکی تھی۔ ایسی حالت میں وہ حلاج نہیں رہے تھے بلکہ انا الحق کہنے والی وہ ذاتِ حقیقی تھی جس میں منصور حلاج خود فنا ہو چکے تھے۔ جس کا اظہار مولانا کا یہ شعر ہے۔

چوں انائے بندہ لا شُد از وجود

پس چہ ماند تو بیندیش ای مسجود

ترجمہ: جب بندے کا وجود (ذہنی) وجود کے اعتبار سے لا بن گیا، اے منکر! تو سوچ کر کیا رہ گیا۔

اسی طرح ایک اور شعر۔

گر ترا چشمیت بکشا در نگر

بعد لا آخر چہ می ماند دگر

ترجمہ: اگر تیرے آنکھ ہے، کھول کر دیکھ، لا کے بعد آخر اور کیا رہ گیا۔

مولانا روم کے ان اشعار کی روشنی میں جو بات واضح ہو سکتی ہے وہ شاید یوں ہے کہ اس خاص حالت میں سالک فنا فی اللہ (خود کو ذات خدا میں فنا کر کے) کے مقام پر جا ٹھہرتا ہے۔ اُس کی اپنی ہستی مٹ جاتی ہے۔ سو وہ کسی بھی صورت اس مقام سے واپسی نہیں چاہتا چاہے اُسے اس کی قیمت بڑی رُسوائی اور لعن طعن کھانے کی صورت ہی کیوں نہ چکانی پڑے۔ ایسے سالک کو کوئی پکارے بھی کہ لوٹ آؤ، ہوش میں آؤ، وہ انتہائی خوشی، سرشاری و سرمستی میں یہ جواب دے گا مجھے تو حقیقی زندگی مل گئی۔ اب میرا اس جام وحدت سے نکلنا محال ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ کے ایک سرائیکی بیت میں یہی کیفیت یوں بیان ہوئی ہے۔

دستوں پیر مُغاں دے ــــــ پیتم عشق دا جام

وحدت کیتا غلبہ ــــــ بُھل گیا کفر اسلام

(کافی نمبر 80)

Marfat.com

مولانا روم یہی خیال فارسی زبان میں پیش کرتے ہیں۔

چوں در آں خم اُفتد و گویش قم
از طرب گوید منم خم لا تلم

حلاج کے نعرہ انا الحق ایک اور مقام پہ مولانا روم نے یوں بیان کیا ہے۔

گفت فرعونی انا الحق گشت پست
گفت منصوری انا الحق و برست

دیکھیے یہاں مولانا نے فرعون کے دعویٰ خدائی کے بالکل برعکس منصور کے انا الحق درست اور جائز قرار دیا ہے۔ یہاں یہ سوال اُٹھایا جا سکتا ہے کہ فرعون کا دعویٰ کیونکر مبنی بر کفر وگمراہی ہے اور حلاج کا درست اور جائز کیوں؟ اس کا بھی خوبصورت جواب مثنوی میں مذکور و موجود ہے۔ دیکھتے ہیں۔

آں انا منصور رحمت شُد یقیں
دین انا فرعون لعنت شُد ببیں
بود انا الحق در لبِ منصور نور
بود انا اللہ در لبِ فرعون زور

فرعون کا دعویٰ یا نعرہ انا الرب اسی لئے مردود و مطعون قرار دیتے ہیں کہ وہ دشمنِ نور ازل (یعنی نور حقیقی ذات رب عظیم) تھا۔ اُس نے خود کو اس حقیقی نور کا مقام دینے کی کوشش کی اور رب کی ذات کا شریک بننے پر آمادہ ہوا۔ لیکن منصور تو اس کے برعکس، خدا کے نور میں فنا ہو کے اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے اپنے ہونے کا ہی انکار کر دیا۔ جس مسافت کو طے کر کے منصور نے انا الحق کا نعرہ بلند کیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ کہ اس مقام پر تو انا الحق تو کیا یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

بلکہ وحدت گشت او را در وصال

شد خطاب او خطابِ ذوالجلال

بعدازآں گوید ھم منصور دار

تاشود بردار شہرت او سوار

کہتے ہیں حلاج کے انا الحق پکارنے کا یہ ہرگز مطلب نہ تھا کہ وہ خدا ہو چکے ہیں۔ بلکہ ان کا تو مطلب یہ تھا اب وہ رہے ہی نہیں، بس وہی رہ گیا جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ درحقیقت یہ منصور حلاج کی اَنا کی فنا تھی جس کے بعد بقاء حاصل ہوتی ہے۔ یہی کیفیتِ حق سچ خواجہ غلام فرید کے ہاں ''باجھوں احد حقیقی ہر شے عین زوال'' کی صورت ظہور پذیر ہوئی ہے۔

امام قشیریؒ:

آپ کا نام عبدالکریم اور کنیت ابوالقاسم۔ قشیر ایک عرب قبیلے کا نام ہے جس کی نسبت سے آپ قشیری کہلائے۔ آپ 986ء کو استوا میں پیدا ہوئے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں لیکن ''رسالتہ القشیر یہ'' کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں اُنہوں نے معاملات اور مسائل تصوف پہ بڑہ شرح وبسط کے ساتھ لکھا مگر ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ حلاج کے متعلق وہ کیا کہتے ہیں۔ اُن کا ایک اقتباس بطور نمونہ یہاں درج کرتے ہیں۔

> اُستاد ابوالقاسم قشیری کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو، فرماتے ہیں اگر وہ (حسین بن منصور حلاج) اہل ومعنی وحقیقت میں سے تھے تو لوگوں کے ٹھکرانے سے ٹھکرائے ہوئے نہیں ہوسکتے اور اگر وہ طریقت کے ٹھکرائے اور حق تعالیٰ کے رد کردہ

Marfat.com

تھے تو لوگوں میں مقبول ہونے کے باوجود مقبول قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ ہم اُنہیں اُن کے حال پہ چھوڑتے ہیں، اور ہم جس قدر عمدہ علامت اُن میں پاتے ہیں اُنہیں بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔ تمام مشائخ میں سے سوائے چند حضرات کے کوئی اُن کے کمالِ فضل و پاکیزگی حال ومجاہدات وریاضات کی کثرت کا منکر نہیں ہے، لہٰذا اس کتاب میں اُن کا ذکر نہ کرنا بے امانتی ہوتی (اور وہ بھی محض اس بنا پر) کہ بعض ارباب ظاہر اُن کی تکفیر کرتے اور اُن کا انکار کرتے ہیں اور بطور عذر اُن کے احوال کو حیلہ اور جادو سے منسوب کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ حسین بن منصور، حسن منصور حلاج ہے۔ وہ ملحد بغداد کا رہنے والا تھا۔ نیز محمد بن زکریا کا اُستاد اور ابوسعید قرمطی کا رفیق تھا۔ جبکہ یہ حسین جن کے بارے میں ہمیں اختلاف ہے، بیضا کے باشندے تھے۔ مشائخ کا اُنہیں رد کرنا اور ٹھکرانا اُن کے دین و مذہب میں سہل بن عبداللہ کے مُرید تھے اور خلاف دستور اُن کی صُحبت سے کنارہ کش ہوگئے۔ پھر خلاف دستور عمرو بن عثمان سے پیوستہ ہوئے پھر اُن کی صحبت سے نکل کر جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنہوں نے اُنہیں اپنی بیعت میں لینا قبول نہ کیا۔ بس اسی باعث سب نے اُنہیں رد کیا۔ حالاں کہ معاملات کا مہجور فی الحقیقت مہجور نہیں ہوتا۔(38)

اس اقتباس نے نہ صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ ابوالقاسم قشیری کس حد تک حلاج کے قائل وگھائل تھے بلکہ ایک بہت بڑی غلط فہمی کا بھی ازالہ کردیا کہ بہت سے لوگوں نے

Marfat.com

اس مشابہت کی بنا پر بھی حلاج کو مرتد و مردود قرار دیا ہے کہ اُس کا ایک ہم نام معاصر حسن بن منصور حلاج جو کہ بغدادہی کا رہنے والا تھا اور ملحد تھا۔ اس سبب سے بھی بہت سے لوگوں اور تاریخ کے طالب علموں کو غلط فہمی ہوئی اور وہ یوں حسن بن منصور کو حسین بن منصور سمجھنے لگے۔

Marfat.com

ابن حلاج متاخرین صوفیاء کی نظر میں

متقدمین کی بہ نسبت متاخرین نے حسین بن منصور حلاج کو زیادہ سراہا اور چاہا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو کچھ غلط نہ ہوگا بعد کی تمام فارسی، اُردو صوفیانہ اور عام شاعری میں ابن حلاج ایک بڑی روایت کی علامت بن کر اُبھرا۔ شاید اس کا سبب ابن عربی کی وہ فلسفیانہ کوشش ہو جس میں اُنہوں نے منصور کے حلول کو وحدت الوجود میں بدل کر فکری مغالطے اور ابہام دور کر دیا جس سے لوگوں کو توحید کی تفہیم مشکل پیش آ رہی تھی۔

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ اگرچہ قدماء میں شمار ہوں گے اُن کے ملفوظات ''اسرار الاولیاء'' جو اُن کے خلیفہ اور داماد حضرت بدر الحق نے مدون کی، میں لکھا ہے۔

> اے درویش! اسرار و انوار کو اپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے بڑا حوصلہ چاہئے تاکہ اسرار دوست کو کوئی ٹھکانہ اور قرار ملے اور اگر خدانخواستہ اسرار دوست میں سے راز کا ایک ذرہ بھی ظاہر ہو جائے تو پھر منصور حلاج کی طرح ازخود رفتگی کا طاری ہو جانا ضروری ہے۔ اس لئے دوست ہو جانے کے بعد جو راز بھی عالم انوار تجلی سے اس کو تفویض کیا جائے بحیثیت راز دار اس کو ان اسرار میں سے ذرا سا بھی ظاہر نہیں ہونے دینا چاہئے، جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ راز کو جو ظاہر کر دے پھر وہ کسی لائق نہیں رہتا۔(39)

Marfat.com

حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو درازؒ کے مجموعہ ملفوظات ''شرح جوامع الکلم'' مرتبہ، حضرت سیّد محمد اکبر حسینی فرزند شاں، میں مرقوم ہے۔

کسی نے آ کر دریافت کیا کہ حضور انا الحق کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس قول کی حقیقت سے لوگ آ گاہ نہیں اور گمان کرتے ہیں کہ شاید یہ کلمات خلاف شرع ہیں۔ معاذ اللہ یہ معنیٰ نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حسین ابن منصور اپنے آپ سے بیزار ہو گئے اور کسی صورت میں وہ خود خود نہ رہے۔ بلکہ حق تعالیٰ اُن کے مظہر میں انا الحق کہہ رہے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ حق تعالیٰ درخت کے مظہر میں حضرت موسیٰؑ سے کہہ رہے تھے إنی أنا اللہ لا الہ الا انا (بلاشبہ میں خدا ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں) اسی طرح حسین بن منصور کے مظہر میں حق تعالیٰ نے بلا ذہن و بلا زبان فرمایا انا الحق اور اس صورت اور ان حروف کو پیدا فرما کر خلق کو سنوایا لیکن اس کی حقیقت سے لاعلمی کی وجہ سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے، تختہ دار پر لٹکا دیا۔ لٰہذا یہ حسین منصور کی طرف سے کوئی جُرم نہ تھا۔ بعینہٖ ہی اسی طرح احادیث قدسی میں رسول اکرمؐ نے حق تعالیٰ کے کلمات بیان فرمائے ہیں۔ مشائخ سے جو اس قسم کے کلمات سرزد ہوئے ہیں وہ غلبہ حال سے صادر ہوئے ہیں۔ ان کی حقیقت یہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ یہ کلمات حق تعالیٰ کے ہیں اور یہ صرف میری رائے نہیں ہے بلکہ ''عوارف المعارف'' میں بھی یہی لکھا ہے کہ حقیقت حال یہی ہے جو بیان ہو چکی ہے اس کے علاوہ لوگ مشائخ کے ان کلمات کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں وہم و گمان ہے۔ حالانکہ مشائخ کا

Marfat.com

مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔(40)

اُن کی یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ اُنھوں نے ابن حلاج کو اپنے عقیدے اور مقام کے اعتبار سے مکمل درست جانا ہے۔ اُن کے نعرہ انا الحق کی حقیقت سے علماء ظاہر اور عام لوگوں کو دور جانا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اپنی تصنیف ''افضل الفوائد'' جو اُن کے خلیفہ خاص حضرت امیر خسرو دہلوی کی تالیف کردہ ہے میں ابن حلاج بارے رقم طراز ہیں۔ خواجہ شبلی نے حلاج سے پوچھا کہ عشق میں صبر کیا ہے؟ حلاج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

ہاتھ پاؤں کاٹ دیں اور سولی پر چڑھا دیں اور محبوب کی خاطر صدق سے سولی کو سُرخ کر دیں۔ اُس وقت پھر پوچھا کہ مقام کیا ہے، جواب دیا کہ عاشق کو محبوب کے لئے ماریں اور وہ دم نہ مارے اور دوسرے روز اُس کو جلا دیں اور خاکستر کر دیں، اور تیسرے روز خاکستر کو آب رواں میں پھینک دیں پس جو کوئی ایسا ہو وہ عشق میں صادق ہوتا ہے۔ اس کے بعد خواجہ منصور کو سنگسار کیا گیا، جو خون کا قطرہ زمین پر گرا اُس سے انا اللہ کا نقش پیدا ہو جاتا تھا۔

اس کے بعد خواجہ ذکر اللہ بالخیر چشم پُر آب ہوئے اور زار زار روئے اور اُن کے صدق و محبت کی بہت تعریف کی اور فرمایا عجب صادق تھے کہ پہلے روز مارے گئے اور دوسرے روز جلائے گئے، اور تیسرے روز آبِ رواں میں ڈالے گئے۔(41)

اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیاء بھی ابن حلاج کو شہید راہِ حق سمجھتے تھے۔ وگرنہ وہ اُن کی خاطر نہ تو گریہ کرتے اور نہ ہی اُن کی تعریف کرتے۔

''اقتباس الانوار'' کے مؤلف حضرت شیخ محمد اکرام قدوسؒ نے لکھا ہے کہ حضرت

Marfat.com

سلطان ابراہیم شرقی نے منصور کے متعلق پوچھنے والے آدمی کو بتایا کہ

منصور ایک بچہ تھا۔ اپنے آپ ہی سے باہر ہو گیا بس۔ راز فاش کر دیا۔ بعض مردان خدا دریا نوش کر جاتے ہیں اور آواز نہیں نکالتے۔(42)

سرائیکی زبان کے آفاقی شاعر ترجمان معرفت و شریعت خواجہ غلام فریدؒ کے مجموعہ ملفوظات ''مقابیس المجالس'' میں حلاج کے بارے میں جو کہا گیا ہے وہ یوں ہے کہ آپ بوریا پہ تشریف فرما تھے اور عبا یتسالون کا وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ آپ کے حلقہ میں سے ایک آدمی کشف المحجوب پڑھتا تھا۔ آپ اُس کی طرف بھی توجہ دیتے تھے۔ کتاب میں طباعت کی غلطیاں بہت زیادہ تھیں۔ آپ نے اپنے اُس عزیز سے کہا کہ کتاب کا وہ حصہ پڑھے جہاں مصنف نے شیخ منصور کو آئمہ میں شمار کیا ہے۔ کتاب پڑھنے والے نے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر عبارت کا ایسا حصہ ڈھونڈ نہیں پایا۔ پھر خواجہ صاحب نے خود چند ورق پلٹے اور نشاندہی کرتے ہوئے اُنہیں بتایا کہ یہاں سے پڑھئے۔ اُس نے شیخ منصور کے متعلق تمام بیان پڑھ کر سنایا۔ خواجہ صاحب نے تمام اقتباس بڑی توجہ سے سنا۔

جس جگہ حضرت حسین بن منصور کی تعریف آتی تھی تو آپ بہت خوش ہو جاتے تھے، اور تبسم فرماتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک شیخ منصور مردانِ خدا اور ائمہ ہدیٰ (ہدایت کے امام) ہیں۔ ورنہ اس قدر سرور و خوشی آپ سے کیوں ظاہر ہوتی۔ جس جگہ شیخ منصور کا انکار آتا آپ ناخوش ہو جاتے تھے۔ ہم غلامان اچھی طرح جانتے ہیں۔ شیخ منصور، ابن عربی، بایزید بسطامی کو حضرت اقدس امام فقر و طریقت سمجھتے ہیں۔(43)

مقابیس المجالس کے اس اقتباس کے علاوہ خواجہ صاحب کے دیوان میں جگہ جگہ منصور

Marfat.com

کے صاحب ولایت ہونے کی گواہی ملتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

ملاں ویری سخت ڈیندے
بے شک ہن اُستاد دلیندے
ابن العربی تے منصور

ترجمہ: مُلا (علمائے ظاہر) مجھے اپنے شدید دشمن لگتے ہیں اور بے شک ہم جیسوں کے دِلوں کے اُستاد ابن العربی اور شیخ منصور جیسے لوگ ہیں۔

بالکل ایسے ہی ایک اور جگہ کہا۔

عاشق مست مدام ملامی
کہہ سُبحانی بن بسطامی
آکھ انا الحق تھئے منصور
دائی عاشق لوگ سبحانی ما اعظم شانی

ترجمہ: عاشق ہمیشہ مست رہتے ہیں چاہے کوئی ملامت ہی کیوں نہ پڑے۔ وہ سبحانی ما اعظم شانی کا نعرہ لگا کر بایزید بسطامی بن جاؤ اور انا الحق پکار کر منصور حلاج ہو جاؤ۔

ان اشعار کے مفہوم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے نہ صرف اُن کے حق پر ہونے کو تسلیم کیا بلکہ اُن کے اتباع کی دعوت بھی دی ہے۔ اسی طرح خواجہ کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔

سِکھ ریت روش منصوری نوں
ہُن ٹھپ رکھ کنز قدوری نوں

ترجمہ: بس منصور کا دستور و طریقہ سیکھو، اب کنز و قدوری جیسی کتاب کو بند کر دو۔ کافی کا یہ شعر بھی ابن حلاج کے مشرب کو سیکھنے کی تاکید کر رہا ہے۔ ''سِکھ'' لفظ سرائیکی اور ہندی دونوں میں اَمر کا صیغہ ہے۔ تو یہاں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو حلاج کا طریقہ کار ہے۔ خود مقابیس جمع کرنے والے کی تحریر کا آخری جملہ یوں ہے ''خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت اقدس نے شیخ منصور کو امام طریقت قرار دیا ہے اور اُن کے قول و فعل کو سند قرار دیا ہے۔''

Marfat.com

سکرات (یعنی موت کی شدت) کے متعلق ایک دفعہ نواب قیصر خاں مگسی نے خواجہ غلام فریدؒ سے دریافت کیا کہ جب ابن حلاج کو دار پر لٹکایا گیا اور سر قلم کرنے سے پہلے اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے تو ہم نے سکرات کی شدت کی کوئی بات آج تک اُن کے متعلق نہیں سُنی اس پر آپ کیا فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا۔

جب منصور کو دار پر لٹکایا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ خیال مت کرو کہ میں عشق کو مکمل کر کے جا رہا ہوں بلکہ ابھی میں نے عشق کے پہلے زینہ پہ قدم رکھا ہے بے شک عشق کا لگانا اور طے کرنا مشکل کام ہے......

کسی نے مولانا محب النبی حضرت فخر الدین دہلوی سے سوال کیا کہ حضرت گنج شکر اور سلطان المشائخ نے شیخ منصور کے حق میں یہ فرمایا۔ آپ اُن کے حق میں کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی نے منصور سے فرمایا تھا کہ جب تک مجھے ہزار صدیق، زندیق (کافر) نہیں کہیں گے تم صدیق نہ بن سکو گے۔ فرمایا سبحان اللہ حضرت مولانا نے کیا ہی اچھا جواب دیا اور کیا ہی اچھی توجیہہ فرمائی کہ مشائخ عظام کے قول کی صداقت اور اُن کا بلند مقام بھی ظاہر کر دیا اور شیخ منصور کے حال کی تصدیق کر کے اُن کو صدیق بھی قرار دے دیا ہے۔ (44)

مقابیس میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے متعدد مقامات پر مختلف احباب اور لوگوں کے سوالات کے جواب دیتے ہوئے ابن حلاج کا نہ صرف دفاع کیا بلکہ اُنہیں ائمہ میں شمار کیا اور اُن کی کمال ریاضتوں کو سراہا۔ مذکورہ بالا اقتباس سے مسلکہ مقبوس میں حقائق و معارف کی دریانوشی کے متعلق بات کی تو آپ کے احباب میں سے ایک نے عرض کی کہ قبلہ اقدس آپ

Marfat.com

نے بھی تو اپنی ایک کافی میں حقائق و معارف کی اس دریانوشی کا ذکر کیا ہے۔کافی کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

توڑے جو دریا نوش ہن   پُرجوش تھی خاموش ہن
اسرار دے سر پوش ہن   صامت رہن مارن نہ بک

ترجمہ: اگرچہ اہل عشق اسرار الٰہی کے دریا پی جاتے ہیں اور اُن کے قلوب جوش و خروش سے مکمل لبریز ہوتے ہیں لیکن اُن کا ظرف اس قدر بلند ہے کہ وہ حال پر قابو رکھتے ہوئے خاموش رہتے ہیں اور کسی بھی بھید کو زبان پر نہیں آنے دیتے۔

جب خواجہ صاحب نے یہ بات سُنی تو سر نیچے کر کے فرمایا۔

شیخ منصور کی توجہ درکار ہے ورنہ میں کون ہوں اس کے بعد فرمایا کہ شیخ منصور بہت بڑے بزرگ تھے۔آپ حقائق و معارف میں امام طریقت اور اسرار و معانی میں ہادی خلق ہیں۔آپ نے بڑے شدید ریاضات و مجاہدات کیے ہیں۔(45)

اب اس اقتباس کے بعد خواجہ فریدؒ کی طرف سے ابن حلاج کے حق میں کسی اور تصدیق کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

ہمیں اپنی کجی اور کوتاہ علمی کا پورا احساس ہے کہ ہم نے متقدمین میں ابن حلاج کی ''طواسین'' کے سب سے بڑے شارح ''روز بہاں بقلیؒ'' کو جگہ دینا بھول گئے۔اپنی اس غفلت کے ازالہ کے لئے یہاں اُن کا تذکرہ لازمی سمجھتے ہیں۔

آپ کا پورا نام شیخ صدرالدین ابو محمد روز بہاں بزرگؒ ہے۔آپ حضرت ابونصر احمد بن روز بہاں بسائر بقلی کے فرزند ہیں۔آپ 522 ہجری کو شیراز کے مضافات ''فسا'' میں پیدا ہوئے۔رسالہ ''روح الجنان'' کے مطابق کی تصانیف کی تعداد چالیس تھی۔اپنی شاہکار تصنیف ''منطق الاسرار'' میں ایک ہزار سے زائد مشائخ کبار کے مقامات سے بحث کی

Marfat.com

ہے جس میں ان بزرگوں کی قلبی وارداتوں اور بے خودی کی حالت میں سرزد ہونے والی شطحیات کی تشریح وتوضیح کر کے اس کا مقابلہ وموازنہ شریعت سے کیا۔ ان شروح میں ابن حلاج کی ''طواسین'' سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہے۔ روز بہاں بقلیؒ حلاج کے بہت بڑے مداح اور قائل وگھائل تھے۔ اُن کے نزدیک حلاج مظلوم ہے لوگ اُس کے مقام و مرتبہ کو پہچان ہی نہیں سکے۔

Marfat.com

تصانیفِ حلاج

حضرت ابوالمغیث حسین بن منصور حلاج کی تمام تر شہرت ایک عظیم المرتبت شہید صوفی کی حیثیت سے ہوئی۔ مگر آپ اس کے علاوہ فلسفہ، شاعری، تصوف، علم الکلام اور الٰہیات میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اگرچہ اُن کے عہد میں حدیث، تفسیر، فقہ اور تاریخ جیسے علوم کا فسوں بھی سرچڑھ کر بول رہا تھا مگر حلاج موخرالذکر علوم میں کوئی خاص مرتبہ نہیں رکھتے تھے۔

علمی و روحانی اکتساب میں حلاج کو جن کی بنیادی صُحبت حاصل رہی اُن میں سہل بن عبداللہ تستری، عمرو بن عثمان مکی اور جنید بغدادی کے نام شامل ہیں۔ بنیادی طور پر یہ تینوں لوگ اہلِ تصوف کے ناموں میں شمار ہوتے ہیں نہ کہ ادبیات و فلسفہ اور علم الکلام کے ماہرین میں۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے پھر حلاج نے یہ علوم کیسے اور کہاں سے پائے۔ اب تک کی دستیاب شہادتوں کے موجب ہمارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اُنہوں نے اپنے ذاتی مطالعہ سے علوم متداولہ میں دسترس بہم پہنچائی تھی۔

ابن ندیم اور اُن کے ہم خیال دیگر چند مورخین نے حلاج کو تمام علوم سے بے بہرہ قرار دیا ہے۔ یہ رائے نہ صرف یہ کہ درست نہیں بلکہ بظاہر کسی ذاتی ناپسندیدگی اور تعصب کا تاثر لئے نظر آتی ہے۔ کیونکہ حلاج کا عربی زبان و ادب اور قرآن کے ساتھ گہرا لگاؤ تو اظہر من الشمس ہے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ کہ حلاج کوئی محدث، مفسر اور فقیہ نہیں تھے مگر منفرد

Marfat.com

اسلوب کے ادیب اور بلند طرز نگارش کے شاعر تو تھے ہی۔ ہماری ان سب باتوں کا مقصود حلاج کی تصانیف کا مذکور ہے۔ اگر وہ تمام علوم میں کورے تھے تو پھر یہ درجنوں کتب اُنہوں نے کیسے تالیف وتصنیف کر لیں۔

حسین بن منصور حلاج کی تمام کتب زبانِ عربی میں جن میں اُن کا ایک شعری دیوان بھی شامل ہے۔ ویسے تو اُن کے نام سے ایک فارسی دیوان بھی منسوب ہے۔ مگر اب تحقیق سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حلاج کے نام سے منسوب یہ دیوان صوفی حسین بن حسین خوارزمی کا ہے جنہوں نے 845ھ میں وفات پائی۔

حلاج کی اکثر تصانیف کا موضوع تصوف، علم الکلام اور فلسفہ والٰہیات ہے۔ اُن کچھ کتابوں سے قدرے اُس عہد کی سیاست، اُمراء وسلاطین کے احوال کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اُن کی تصانیف کی فہرست ہمارے ہاں ایک ادبی جریدہ ''سویرا'' لاہور نے 1976ء مئی کے شمارے میں حروف تہجی کے اعتبار سے درج کی ہے، اور فہرست کم وبیش وہی ہے جو ابن اسحاق نے ''الفہرست'' میں دی ہے۔ اُن کے اُردو ترجمہ میں یہ فہرست صفحہ نمبر 462 پہ موجود ہے۔ اس میں وہ تمام چھوٹے بڑے رسائل شامل ہیں جو اُنہوں نے ایام اسیری میں اور اُس سے پہلے رقم کیے۔ اس میں سب سے اہم کتاب جو 309ھ میں ابن عطا کو ملی ''طاسین الازل والالتباس'' ہے۔ ان کتب کی مجموعی تعداد 46 ہے۔ ان میں نصف درجن کتابیں ایسی ہیں جن کے نام قرآنی آیتوں پر رکھے گئے ہیں۔

فہرست تصانیف

(1) كتاب الابد والمابُود (2) كتاب الاحرف المحدثه والازليه والاسماء الكلية (3) كتاب الاصول والفروع (4) كتاب الامثال والابواب (5) كتاب تفسير قل هو الله احد (6) كتاب التوحيد (7) كتاب

Marfat.com

حمل النور والحیواة والارواح(8) کتاب خزائن الخیرات (9) کتاب خلق خلائق القرآن والاعتبار (10) کتاب خلق الانسان والبیان (11) کتاب الدرة الی نصرالقشوری (12) کتاب الذاریات ذروا (13) کتاب سرالعالم والمبعوث(14) کتاب السهری و جوابه(15) کتاب السیاسیه الی الحسین بن حمدان (16) کتاب السیاسیة والخلفاء والامراء (17) کتاب شخص الظلمات (18) کتاب الصدق والاخلاص (19) کتاب الصلوٰة والصلوات (20) کتاب الصیهون(21) کتاب طاسین الازل والجواهر کیروالشجرة الزیتوتیة النوریة (22) کتاب ظلم المدودوالماء المسکوب والحیواة الباقیة(23) کتاب العدل والتوحید (24) کتاب علم البقاء والفناء (25) کتاب الغریب الفصیح (26) کتاب فی ان الذی فرض علیک القران لرآدک الیٰ معاد (27) کتاب قران قران والفرقان (28) کتاب القیامة والقیامات (29) کتاب الکبر والعظمته (30) کتاب کبریت الاحمر (31) کتاب کیدالشیطان وامرالسلطان (32) کتاب کیف کان وکیف یکون (33) کتاب کیفیة بالمجاز (34) کتاب الکیفیة والحقیقیه(35) کتاب لاکیف(36) کتاب التجلیات (37) کتاب مدح النبی والمثل الاعلی (38) کتاب مواہید العارفین (39) کتاب والنجم اذاهوٰی(40) کتاب نورالنور (41) کتاب الوجود الاول(42) کتاب الوجود الثانی (43) کتاب هوهو(44) کتاب الهیاکل والعالَم والعالِم(45) کتاب الیقظه و بدوالخلق(46) کتاب الیقین۔

ان میں 5، 12، 22، 26، 28، اور 39 نمبر پر کتابوں کے نام قرآن شریف کی آیات سے لئے گئے ہیں۔

Marfat.com

حسین بن منصور حلاج کا قضیہ کفر و ایمان

ابوالمغیث حسین بن منصور حلاج کی شخصیت اگرچہ تصوف اور اہلِ تصوف میں بلند مرتبہ رکھتی ہے مگر پھر بھی بعض طبقات میں وہ آج تک متنازعہ شخصیت کے طور جانے جاتے ہیں اور بعض میں تو بطور ملحد و زندیق۔ ہم یہاں اُن کے عقیدہ توحید اور کلمہ انا الحق کی حقیقت جاننے کے ساتھ ساتھ تصوف اور سریت اور باطنیت جیسے موضوعات میں اقوال و ملفوظاتِ حلاج کی توجیہہ کی ایک کوشش کرتے ہیں۔

جب ہم حلاج کی مختلف تحریروں اور اقوال پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں کئی جگہوں پر اُن کا عقیدہ توحید بڑا واضح اور پختہ دکھائی دیتا ہے۔ مگر خیر خواہانِ حلاج اور مخالفینِ حلاج کے بیچ کئی صدیوں سے یہ قضیہ چلا آ رہا ہے کہ ملحد تھے یا مومن؟ ابن حلاج کے حق میں بولنے والوں کا کہنا ہے کہ منصور کا انا الحق کہنا بالکل ایسے تھا جیسے شجر طور سے ''اِنی انا اللہ رب العالمین'' کی آواز آئی تھی۔ یہاں مطلب نہایت واضح کہ درخت نے تو خود کو خدا نہیں کہا تھا بلکہ اُس وقت تو نخلِ طور کلام الٰہی کا ترجمان تھا۔ اسی طرح غلبہ حال میں عارف کی زبان سے ربِ عظیم تکلم فرماتے ہیں۔ لیکن اسے سالکین اصحابِ حال ہی سمجھ سکتے ہیں کوئی اور نہیں۔ علامہ شعرانی نے اپنی تصنیف ''لطائف السنن'' میں لکھا ہے کہ کئی مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ غلبہ حالات و واردات میں ان کی (یعنی عارفوں) کی زبان سے اللہ تعالیٰ خود کلام کرتے ہیں۔ اسے عام لوگ کا تکبر یا کفر سمجھتے ہیں۔ جبکہ اُنہی عارفوں نے حالتِ صحبت میں کبھی

Marfat.com

ایسا کوئی ایک جملہ بھی ادا نہیں کیا ہوتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ رب العزت اپنے بندے کی زبانی فرماتے ہیں ''سمع اللہ لمن حمدہ'' ترجمہ: ''جس نے اللہ کی حمد کی اللہ نے اُس کو سن لیا ہے۔'' اس لئے منصور کے کفر وارتداد کا انکار کرنے والوں نے اپنے موقف میں یہی بات زیادہ توانائی کے ساتھ رکھی ہے کہ اُنہوں نے جو کچھ بھی ایسا کہا ہوگا وہ غلبہ واردات میں کہا ہوگا نہ کہ حالتِ صحت میں۔

منصور کے توحید پرست ہونے کی ایک اور مختصر مگر مضبوط دلیل رسالہ قشیریہ میں یوں ملتی ہے۔

> میں نے محمد بن حسین سے سُنا۔ اُنہوں نے محمد بن احمد اصبہانی سے سُنا کہ ایک شخص نے ابن منصور سے سوال کیا کہ جس حق کی طرف لوگ اشارہ کرتے ہیں وہ کون ہے؟ فرمایا جو مخلوق کے لئے علتیں پیدا کرنے والا ہے اور خود کسی علت کا معلول نہیں۔ (46)

ابن حلاج کا یہ مختصر سا جملہ توحید کے بیان میں نہایت جامع اور فلسفیانہ ہے۔ جس میں خدا واحد کی توحید کا واضح اقرار نظر آتا ہے۔ اسی طرح خطیب بغدادی کے ہاں بھی ہمیں ابن حلاج کی توحید پرستی کا پتہ چلتا ہے۔ وہ تاریخ بغداد میں رقم طراز ہیں۔ ابوطیب محمد بن الفرخان کہتے ہیں کہ میں نے حسین بن منصور حلاج سے سُنا وہ کہتے تھے کہ متقدمین و متاخرین کے علوم کا حاصل یہ چار باتیں ہیں۔

(1) رب جلیل کی محبت (2) متاع قلیل (یعنی دنیا) سے نفرت (3) کتاب منزل کا اتباع (4) تغیر حال کا خوف۔

اس کے روایت کے مطابق تو شریعت وطریقت کی کوئی بات باہم متصادم نہیں رہ گئی۔ یوں منصور حلاج پر ساحر وملحد کے الزامات کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ یہ اقرار تو موحد کا کسی ملحد کا نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

حلاج کی تکفیر کے اسباب وحقائق:

(1) حلاج پر کُفر کا سب سے بڑا سبب مثل قرآن بنانے کا دعویٰ ہے یعنی حلاج نے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن جیسی کتاب وہ بھی لکھ سکتے ہیں۔ یہ روایت خطیب بغدادی نے ابن باکویہ صوفی شیرازی کے واسطہ سے ابوزرعۃ طبری سے نقل کی ہے کہ محمد بن یحییٰ رازی سے سُنا کہ میں نے عمرو بن عثمان کو ابن منصور پر لعنت کرتے اور یہ کہتے سُنا ہے اگر میرا بس چلے تو میں حلاج کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ وہ ایسا کیوں کہتے ہیں تو عمرو بن عثمان نے جواب دیا کہ میں نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور اُس نے کہا کہ اس جیسی کتاب تو میں بھی لکھ سکتا ہوں۔ اس روایت میں باکویہ شیرازی ایک ایسے راوی ہیں جو محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں بلکہ محض قصے کہانیاں بیان کرنے والے ہیں۔

(2) حلاج پر کُفر کے دوسرے الزام کی کہانی ایک خط ہے جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے یہ خط اپنے کسی مُرید کو لکھا تھا جس کا آغاز کچھ یوں ہوتا تھا کہ الرحمان والرحیم کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام۔ ظاہراً اس خط کے ابتدائی کلمات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حلاج نے خود کو خدا کہا ہے۔ مگر جب حلاج سے اس خط کی بابت پوچھا گیا تھا کہ آیا یہ خط تمہارا ہے اور تم نے ہی ایسے لکھا ہے۔ تو حلاج نے عبارت سننے کے بعد یہ جواب دیا تھا۔
"اللہ کے سوا لکھنے والا کون ہے میں اور میرا ہاتھ تو محض آلہ کار ہیں۔"

(3) آپ پر کُفر کا تیسرا الزام جادو کی تعلیم سیکھنا اور سکھانا ہے کیونکہ اسلامی عقائد کی رُو سے جادو سیکھنا سکھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس الزام کی کہانی کچھ اس طرح ہے کہ یہ روایت بھی باکویہ شیرازی کے واسطہ سے علی بن احمد حاسب نے بیان کی ہے کہ اُس نے اپنے باپ سے یہ سنا کہ وہ کہتا تھا مجھے معتضد نے ہندوستان کچھ باتیں معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ میرے ساتھ کشتی میں ایک آدمی تھا جس کا نام حسین بن منصور تھا۔ اُس کی معاشرت

Marfat.com

عمدہ اور صحبت پاکیزہ تھی۔ جب ہم ہندوستانی ساحل پر اُترنے لگے تو میں نے اُس سے پوچھا تم یہاں کس کام کی غرض سے آئے ہو۔ اُس نے کہا جادو سیکھنے آیا ہوں تا کہ مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دوں۔

اس روایت میں بھی پہلی بات تو یہی ہے کہ راوی کمزور ہے اور قابل اعتبار نہیں کیونکہ ''لسان المیزان'' میں اُسے جھوٹا اور شیخی باز قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو (صفحہ 205، جلد 4)۔ اس طرح کے قصوں کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ بھی نہ تھی کہ وزیر حامد کے حامیوں نے اُس کی وزارت کو بچانے کے لئے ایسے کئی افسانے گھڑے تھے تا کہ ابن منصور کے ناحق قتل سے عوام وزیر کے خلاف نہ اُٹھ کھڑے ہوتا کہ بغاوت نہ ہو جائے۔

اس روایت کا جھوٹا ہونا یوں بھی ہے کہ خطیب بغدادی نے اس حکایت نما روایت میں حلاج کی ساحل سمندر پر ایک بڈھے سے ملاقات کا تذکرہ کیا ہے جو ایک جادوگر کے طور پر منصور سے ملتا ہے اور سعد قرطبی صلہ طبری میں حلاج کی ملاقات ہندوستان کی ایک عورت سے بتاتے ہیں جو بالکل وہ کرتب کر دکھاتی ہے جو بڈھے نے کیا تھا (تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ)۔ خطیب والی روایت میں باقاعدہ سحر یعنی جادو کا لفظ استعمال کیا گیا اور قرطبی کی روایت میں ایسی کوئی بات موجود نہیں۔ اس پہ ایک اور بات جو نہایت قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ علی بن احمد نے جو روایت کی ہے اُس میں ایک وضاحت بھی موجود ہے کہ منصور کی معاشرت عمدہ اور صحبت پاکیزہ تھی۔ جبکہ ساحر و جادوگر تو ہمیشہ غلیظ و ناپاک ہوتے ہیں۔

(4) حلاج پر الزامِ کفر کا چوتھا سبب وہ عبادت ہے جس میں حج کے متعلق اس نے اپنے ایک رسالہ میں حسن بصری کے حوالہ سے کچھ نئی اور عجیب باتیں لکھی ہیں۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب حلاج کے خلاف عدالتی محاکمہ جاری تھا۔ سرکاری وزیر حامد بن عباس کے کارندے اور حامی روزانہ دفتر کے دفتر حلاج کے مریدوں کے گھروں سے لا رہے تھے۔ ان میں حلاج کے خطوط، رسائل اور کتابیں ہوتی تھیں۔ ایک دن اُن کے

Marfat.com

سامنے حلاج کی ایک ایسی کتاب لا کر پڑھی گئی جس میں یہ مضمون شامل تھا۔ اگر کوئی حج کا ارادہ رکھتا ہو اور اُسے یہ قدرت حاصل نہ ہو وہ اپنے گھر میں ایک مربع کمرہ پاک صاف کر کے مخصوص کرے۔ کسی قسم کی نجاست وہاں نہ جا پائے، اور کمرے میں اُس آدمی کے علاوہ کوئی بھی دوسرا نہ جائے۔ حج کے دنوں میں وہ اس کمرے کا ایسے طواف کرے جیسے خانہ کعبہ کا کیا جاتا ہے اور جو مناسکِ حج مکہ میں ادا کئے جاتے ہیں وہ سب بجالائے۔ اس کے بعد تمیں یتیموں کو اپنے گھر کے سامنے اپنی اوقات کے مطابق کھانے کھلائے۔ بذاتِ خود اُن کی خدمت کرے۔ جب وہ کھانا کھا کر ہاتھ دھولیں اُنہیں ایک ایک کُرتا دے، اور ہر ایک یتیم کو سات یا تین درہم نقد ادا کرے۔ یہ عمل اُس کے لئے حج کا قائمقام ہوگا۔

جب حلاج سے پوچھا گیا کہ یہ مضمون اُسے کہاں سے ملا۔ حلاج نے کہا کہ حسن بصری کی کتاب ''الاخلاص'' سے۔ قاضی ابو عمر نے غصہ میں کہا۔ اے حلال الدم تو جھوٹ بولتا ہے۔ ہم نے مکہ میں حسن بصری کی کتاب ''الاخلاص'' سُنی ہے اُس میں یہ مضمون شامل ہی نہیں۔

لفظ ''حلال الدم'' کا مطلب ہوتا جس کا قتل جائز ہو۔ جب وزیر نے یہ لفظ سُنا تو اُس نے قاضی سے سختی سے کہا کہ یہ جملہ کاغذ پر لکھ کر دو۔ قاضی نے ٹالنے کی بہت کوشش کی مگر وزیر اپنی بات پہ بضد تھا۔ اس موقع پر قاضی ابوالحسین ابن الاشنانی نے بھی وزیر حامد کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ وزیر نے قلم دوات منگوا کر قاضی ابو عمر کے آگے رکھ دی۔ اب قاضی نے مزید مخالفت نہ کی اور ابن منصور کے جواز قتل کا فتویٰ لکھ دیا۔ اس کے بعد دیگر اراکین مجلس نے بھی اس فتویٰ پر دستخط کرنا شروع کر دیئے۔

جب خود حلاج نے یہ صورت حال دیکھی تو اُنہوں نے محاکمہ کے اراکین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میری پُشت (شرعاً) ممنوع و محفوظ ہے (یعنی مجھے سزائے تازیانہ بھی نہیں دی جا سکتی) اور میرا خون (بہانا) حرام ہے۔ تمہیں ہرگز یہ جائز نہیں کہ گھڑ گھڑ کر

Marfat.com

میرے جواز قتل کا فتویٰ دو۔ حالانکہ میرا عقیدہ اسلام کے موافق ہے۔ میرا مذہب سُنت کے مطابق ہے اور میں حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و سعیدؓ و سعدؓ اور عبدالرحمان بن عوفؓ اور ابو عبیدہ بن جراحؓ یعنی تمام عشرہ مبشرہ کی فضیلت و بزرگی کا قائل ہوں۔ سُنت کے باب میں میری کتابیں کتب فروشوں کے پاس موجود ہیں۔ پس میرے قتل کے بارے میں خدا سے ڈرو.........خدا سے ڈرو۔

یہاں ہم کسی اور دلیل کو کیا پیش کریں۔ ابن حلاج کا یہ اقرار اُس کی کامل مسلمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے اس سے بڑھ کے اور کوئی ثبوت کیا ہوسکتا ہے۔ باقی آپ خود تجزیہ کریں کہ یہ فتویٰ قتل وزیر نے کیسے جبراً حاصل کیا ہے۔ حالانکہ قاضی غصہ کی حالت میں اپنے منہ سے نکل جانے والے لفظ کی کیفیت کو ٹالنے کی کوشش بھی کرتا رہا مگر وزیر نے بذاتِ خود کاغذ و قلم اور دوات آگے رکھ دی اور لکھنے پہ مجبور کیا۔ جبکہ شریعت نے تو مقدمہ میں ادنیٰ سے ادنیٰ شک کی صورت میں بھی مجرم کو شبہ سے نفع حاصل کرنے کا موقع دیا ہے۔ اس ضمن میں ظفر احمد عثانی لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ نے صیغہ امر کے ساتھ وجوبی حکم دیا ہے اور (اور ا و الحدود بالشبہات) کہ شبہات سے حدود کو رفع کرو" مگر ظلم تو دیکھیں کہ رسالتمابؐ کہتے ہیں کہ شک کی صورت میں حد (یعنی مجرم کو فائدہ دو) کو ختم کردو۔ لیکن یہاں قتل جیسے بڑے جرم کے شبہ میں مجرم کو نفع دینے کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ اس لئے یہ کہنا کہ فقہاء اور علماء نے منصور کے قتل کا فتویٰ دیا تھا سے بہتر ہوگا کہ یوں کہا جائے کہ حامد نے یہ فتویٰ بزور حاصل کیا تھا۔ ایسا فتویٰ شرعی فتویٰ نہیں ہوسکتا۔

قاضی ابن خلکان کے نزدیک منصور کے قتل کا سبب کوئی شرعی بات نہ تھی۔ بس وزیر نے اُس کے خلاف مقدمہ کھڑا کرلیا تھا۔ مقدمہ کی بار بار کی کارروائی میں کہیں بھی کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوئی جو خلاف شریعت ہو۔ ابن خلکان کی تحریر کے مطابق جب حلاج کے کفر پر کوئی بات ثابت نہ ہوئی تو وزیر نے ارا کین مجلس سے کہا کہ حلاج کی کچھ کتابیں بھی

Marfat.com

ہیں۔ ان کتابوں میں سے ایک کتاب سے ہمیں یہ مضمون ملا ہے۔ پھر اُس نے حج کے بارے میں جو واقعہ تھا سنایا۔ واللہ اعلم۔ یہ قول اُن سے منسوب کرنا درست بھی تھا کہ نہیں۔ یہاں ابن خلکان کا جو طرز بیان ہے اُس سے ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ جس وقت حج والی عبارت کو پڑھا گیا تھا اُس وقت حلاج عدالتی مجلس میں موجود نہ تھا۔ اُنہیں بعد میں بُلایا گیا اور صرف کتاب دِکھلا کر یہ پوچھا گیا کہ یہ کتاب تمہاری ہی لکھی ہوئی ہے، اور حلاج نے کتاب کی شکل دیکھ کر اقرار کیا کہ ہاں میری ہی کتاب ہے۔ اُنہیں یہ تو معلوم نہیں تھا کہ لوگوں نے اس میں کچھ الحاق (تحریف وتبدیل) بھی کر دیا ہے۔ کیونکہ اُس زمانے میں پرنٹنگ پریس تو نہیں تھے۔ کتاب قلمی ہی ہوتی تھی۔ یوں ذاتی اور اسلام مخالف علماء کی کتابوں میں بڑا الحاق کر دیتے تھے۔ مذکورہ بالا موقف ہم نے ظفر احمد عثمانی کی تحریر سے لیا ہے۔

ابن عباسؓ سے ایک روایت منقول ہے جس کے قائل امام احمد بن حنبلؒ بھی ہیں۔ روایت کچھ یوں ہے کہ عُرفہ (یعنی حج کے دن) تمام دُنیا کے مسلمان اپنے اپنے شہر سے باہر میدان میں جمع ہو کر وقوف کریں اور سارا دن مشغول ذکر و عبادت رہیں۔ شاید اسی تشبہ کی بنا پر حلاج نے کوئی بات کی ہو جسے مخالفین نے بڑھا چڑھا کر اپنی صورت دے لی ہو۔ اس کی مزید وضاحت میں ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

> اگر ابن منصور کا یہ عقیدہ ہوتا کہ کوئی جگہ طواف وغیرہ کے لئے مطلقاً بیت اللہ کے برابر ہو سکتی ہے تو اس قید کی کیا حاجت تھی غایت مافی الباب۔ یہ ابن منصور کی ایک علمی غلطی ہو گی۔ کُفر اور تکفیر سے اس کو کیا واسطہ؟ کیونکہ کسی مکان سے بیت اللہ جیسا معاملہ کرنا کُفر نہیں۔ بہت سے بہت بدعت اور گناہ ہے۔ جبکہ نیت طواف شرعی کی ہو اور اگر طواف شرعی کی نیت نہ ہو، محض صورت طواف کی ہو تو بدعت اور

Marfat.com

گناہ بھی نہیں۔حدیث جابر میں ہے۔**فطاف حول اعظمة ثلثا۔** رواہ البخاری وغیرہ۔طواف کا لفظ یہاں بھی ہے اور رسول اللہ سے صورت طواف کا صدور بھی ہوا مگر طواف لغوی تھا۔طواف شرعی نہ تھا۔اس طرح یہاں بھی احتمال ہے کہ طواف سے طواف عبادت مراد ہو بلکہ طواف لغوی مراد ہو جس کو تشبہا بالطائفین تجویز کیا گیا ہو،اور کسی عمل کو ثواب یا حصول برکات میں حج کا قائم مقام سمجھنا بھی کفر نہیں۔ بعض احادیث میں صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک اُسی جگہ بیٹھ کر مشغول ذکر رہنے اور اس کے بعد بوقت اشراق دو رکعت پڑھنے کا ثواب حج وعمرہ کے برابر وارد ہے۔اگر ابن منصور نے کسی ایسے عمل کا ثواب بھی حج کے برابر سُنا ہو جو اُنہوں نے حسن بصری کی کتاب میں غلط طور پر دیکھا تھا تو اس سے کفر لازم نہیں آسکتا۔ غایت مافی الباب۔روایت اور سماع کی غلطی پر اس کو محمول کیا جائے گا۔اگر اس بات سے بالیقین کفر لازم آتا تو قاضی ابو عمر فتویٰ کفر سے اس قدر پہلوتہی کیوں کرتے کہ وزیر کو اصرار و احبار کی نوبت آتی۔(47)

طواف غیرِ کعبہ کے متعلق بایزید بسطامی سے منسوب ایک حکایت مولانا روم کی مثنوی کے دفتر دوم میں ہمیں ملتی ہے جس کے اشعار اس شعر سے شروع ہوتے ہیں۔

سوئے کعبہ شیخِ اُمت بایزید

از برائے حج و عمرہ دوید

مولانا اشرف علی تھانوی جیسے سخت عقیدہ رکھنے والے عالم نے اس حکایت کے حق میں ''الظرائف والظرائف'' کے اندر وضاحت فرمائی ہے۔تھانوی صاحبؒ کی وضاحت کا ملخص یہ ہے کہ شیخ نے اپنی صحبت میں رہنے کو مشاکلۃ طواف کہہ دیا کہ تم خانہ کعبہ کا طواف

Marfat.com

کیا کرو گے، پہلے میرا طواف کرو یعنی میری صحبت میں رہ کر دل کو طوافِ کعبہ کے قابل بناؤ۔

جیسا کہ سلطان العاشقین حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں۔

مُرشد کعبہ طالب حاجی عشق طواف کرایا ہو
وچ حضور سدا ہر ویلھے کریئے حج سوایا ہو

ترجمہ: مُرشد کعبے کی طرح ہے اور طالب حاجی ہے اور عشق طواف کرتا ہے۔ مرشد کے حضور ہمیشہ اور ہر وقت زیادہ سے زیادہ حج کرنے چاہئیں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

اِتنے ڈٹھیاں صبر نہ آوے ہور اگیرے بھجاں ہو
مُرشد دا دیدار ہے باہو لکھ کروڑاں حجاں ہو

(5) ابن حلاج پر کُفر کا پانچواں الزام زندیقوں جیسے کلام کا تھا۔ یہ الزام بھی تاریخ بغداد میں ملتا ہے جسے محمد بن حسین نیشاپوری کے توسط سے ابوبکر نے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے اپنے کچھ دوستوں سے یہ سُنا...... یعنی اس راوی کی جو روایت ہے وہ اس قدر کمزور ہے کہ خود خطیب بغدادی نے روایت بیان کرنے کے بعد آپ ہی اِس کی نفی کر دی۔

(6) ابن حلاج پر چھٹا الزام کُفر، کفریہ اشعار کی تخلیق کا تھا۔ یہ تھے وہ اشعار۔

سبحان من اظهرنا سوته
سر سنا لاهوته الثاقب
ثم بدا في خلقه ظاهراً
في صورته الاكل والشارب
حتى لقد عاينه خلقه
كلحظة الحاجب بالحاجب

Marfat.com

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے ناسوت کو ظاہر کیا۔

اپنے لاہوت کی خفیہ چمکدار روشنی سے۔

پھر وہ اپنی مخلوقات میں نمودار ہوا۔

ایسی حالت میں کہ وہ کھاتا پیتا تھا۔

حتیٰ کہ اُس نے خود کو یوں دیکھا۔

جیسے ایک آنکھ کی نظر دوسری آنکھ کو دیکھتی ہے۔ (48)

''تاریخ بغداد'' کے مطابق جب ابوعبداللہ بن خفیف سے ان اشعار کا مطلب پوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا۔ اس کے کہنے والے پر خدا کی لعنت ہو۔ عیسی بن نزول نے کہا یہ شعر حسین بن منصور حلاج کے ہیں۔ تو ابن جنیف بولے اگر اُس کا بھی یہی عقیدہ ہے جو ان اشعار سے ظاہر ہو رہا ہے تو وہ کافر ہے۔ مگر ان اشعار کا اُن (یعنی حلاج) کی زبان سے بیان ہونا ثابت نہیں ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کسی نے غلط طور پر یہ اُن کے نام منسوب کر دیئے ہوں۔ اس سے ایک بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ بہت سے کفریہ اقوال گھڑ جوڑ کر منصور کے نام منسوب کر دیئے جاتے تھے جن کی صحت بھی ابن خفیف جیسے لوگ کلام کرتے تھے۔ لیکن یہ اشعار دیوان حلاج جو لوئی ماسینیوں نے مرتب کیا اُس میں موجود ہیں اور اُس سے نقل ہوتے ہوتے تقریباً اب تمام نسخوں میں ملتے ہیں۔

(7) ساتواں الزامِ کفر اُن پہ یہ تھا کہ اُن کے مُریدا نہیں خدا کہتے اور سمجھتے ہیں۔ تفصیل اس الزام کی کچھ یوں ہے کہ کسی مخبر نے حامد بن عباس کو آ کر اطلاع دی کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو حلاج کی خدائی کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ جب وزیر حامد نے اُنہیں گرفتار کروایا اور اُن سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے یہ اعتراف کیا کہ ہم منصور کے مُرید ہیں اور وہ ہمارے نزدیک سچ مچ خدا ہے۔ کیونکہ وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ جب حلاج سے اس معاملہ کی چھان بین ہوئی تو اُنہوں نے دوٹوک اس بات کا انکار کیا اور اُن لوگوں کو جھوٹا

Marfat.com

قرار دیا، اور یوں گویا ہوئے۔ خدا کی پناہ میں کیوں خدائی یا نبوت کا دعویٰ کروں گا۔ میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں۔ اُسی کی عبادت کرتا ہوں، اس کے سوا کچھ نہیں جانتا۔

حامد نے ان الزامات پر باوجود حلاج کے ردّ کے قاضیوں اور علماء سے فتویٰ قتل حاصل کرنے کی کوشش کی مگران حضرات نے یہ کہہ کر فتویٰ قتل سے انکار کر دیا کہ جب تک اُن کے سامنے کوئی بات ثابت نہ ہو جو اس پر قتل کو واجب کر دے۔ دوسروں کا دعویٰ اس پر حجت نہیں جب تک دلیل کے ساتھ اس کے منہ پر ثابت نہ کیا جائے یا پھر وہ خود مان لے۔

حلاج کے متعلق سب سے پہلے جس نے اُن کے خدائی دعویٰ کا اظہار کیا وہ بصرہ کا رہنے والا ایک شخص تھا مگر اُس کا کوئی نام و پتہ کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں (اس لئے اُسے مجہول قرار دینا ہی درست ہوگا) وہ خود کو حلاج کا مرید ظاہر کر کے سلطانی گواہ بنا۔

(8) آٹھواں الزام کفر اُن پر بنت سمری کی گواہی اور اُن کی طرف سے منصور کے نام ایک کفریہ کلمہ منسوب کرنا ہے۔ بنت سمری کی روایت کی کیا حقیقت تھی اس کا تفصیلی حال ہم گزشتہ فصل میں کر چکے۔ اس کے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(9) نواں بڑا کفریہ الزام حلاج پر یہ تھا کہ اُنہوں نے اسلامی عبادات کی حقیقت اور مفہوم بدلنے کی کوششیں کی ہیں۔

عدالتی کارروائی کے دنوں میں حامد بن عباس نے حلاج کی بعض کتابوں میں ان مضامین کے پائے جانے کا الزام لگایا کہ اُنہوں نے لکھا ہوا ہے۔ اگر کوئی آدمی تین دن تین رات متواتر روزے رکھے اور درمیان میں افطاری نہ کرے چوتھے دن ہندیا کے چند پتوں سے افطار کرے اُسے رمضان کے روزے رکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اگر کوئی رات کے شروع سے صبح تک دو رکعتیں پڑھے تو اس کے بعد اُسے نماز کی ضرورت نہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنی تمام جائیداد و املاک جو اُس کی ذاتی ملکیت میں ہے صدقہ کر دے تو اُسے پھر کبھی زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی قریش کے قبرستان میں جا کر شہداء کی قبور کی

Marfat.com

زیارت کرے وہاں دس دن کا قیام کرتے ہوئے متواتر روزے رکھے نماز پڑھے اور افطار میں سوائے قلیل تعداد میں جو کی روٹی اور خالص نمک کے کچھ نہ کھائے تو پھر اُسے عمر بھر کسی عبادت کی ضرورت نہیں۔

وزیر نے علماء اور قاضیوں کی موجودگی میں حلاج کو طلب کیا اور پھر اُس سے پوچھا کیا تم اس کتاب کو پہچانتے ہو؟ کہا ہاں یہ ''کتاب السنن'' حسن بصری کی ہے۔ حامد نے کہا۔ کیا تم اس کتاب کے مضامین سے اتفاق کرتے ہو؟ حلاج نے کہا۔ ہاں کیوں نہیں کہ میرے نزدیک یہ ایسی کتاب کہ میں خدا سے اس کتاب کے مطابق معاملہ کرتا ہوں۔ اس پر قاضی ابوعمر نے کہا مگر یہ تو یکسر اسلام کے منافی ہے۔

اس روایت میں حلاج کا جواباً یہ کہنا کہ ہاں یہ حسن بصری کی کتاب السنن ہے تو پھر اُس میں مرقوم تحریر کو حلاج کی تحریر کیسے جانا جا سکتا ہے، اور دوسری بات جس کی روزانہ کئی سو رکعتوں کی ادائیگی کا اقرار تقریباً تمام مورخین کرتے ہیں اور تمام عمر روزہ کے ساتھ ہونے کی شہادت بھی دیتے ہیں۔ ایسا آدمی بھلا کیونکر تین دن کی نمازوں اور روزوں کو عمر بھر کی عبادت قرار دے سکتا ہے۔

حاصل کلام:

مذکور مباحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حلاج کے عقیدے سے منسوب بہت سے کفریہ اقوال و کلام اُن کے مخالفین یا پھر جاہل و کج فہم مریدوں کی بدولت وجود میں آئے۔ جس کی مثال ہم یہاں اس روایت سے دے سکتے ہیں۔ ابن باکویہ کے توسط سے ابو عبداللہ بن مفلح سے طاہر بن احمد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حلاج کے متعلق بہت تعجب و تجسس تھا۔ اس لئے ہمیشہ حیلہ گروں کی تلاش و طلب میں رہا اور شعبدہ بازی سیکھی تا کہ ابن منصور کی حقیقت جان سکوں۔ اسی دوران میں ایک دن اُن کے پاس گیا اور بعد از سلام بیٹھا

Marfat.com

ہی تھا کہ اُنہوں نے کہا طاہر! تم اس مشقت میں نہ پڑو کیونکہ جو کچھ تم میرے متعلق دیکھتے اور سنتے رہتے ہو۔ وہ دیگر لوگوں کا کام ہے میرا نہیں۔ تم نہ تو اسے میری کرامت سمجھو اور نہ ہی شعبدہ بازی۔ طاہر بیان کرتا ہے کہ پھر میرے نزدیک تو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ جیسا اُنہوں نے کہا تھا اصل معاملہ ویسے ہی تھا۔

اس بات کا امکان پورا پورا موجود ہے کہ حلاج کے اصحاب میں جو کچھ زیادہ احمق و جاہل تھے۔ وہ اُسے خدا کہنے لگے ہوں گے۔ مگر منصور نے مرتے دم تک ایسے دعوؤں کو رَد کیا اور خود کو ہمیشہ ایک عبد قرار دیا۔

Marfat.com

حوالہ جات

1- حسین بن منصور حلاج، ص 43، لوئی ماسینوں/مترجم ڈاکٹر صابر آفاقی، تخلیقات پبلشرز علی پلازہ مزنگ لاہور، مطبوعہ 2005ء

2- المصلوب، ص 17، شاہد مختار، شاہد پبلی کیشنز چوبرجی سنٹر ملتان روڈ لاہور، مطبوعہ 1999ء

3- المصلوب، ص 27، شاہد مختار، شاہد پبلی کیشنز چوبرجی سنٹر ملتان روڈ لاہور، مطبوعہ 1999ء

4- دیوان منصور حلاج، ص 23، مترجم مظفر اقبال، مکتبہ دانیال کراچی، مطبوعہ 2000ء طبع دوم

5- حسین بن منصور حلاج، ص 37، تالیف طاہر منصور فاروقی، الحمد پبلی کیشنز لاہور، سن طباعت درج نہیں ہے

6- حسین بن منصور حلاج، ص 59، لوئی ماسینوں/مترجم ڈاکٹر صابر آفاقی، تخلیقات پبلشرز علی پلازہ مزنگ لاہور، مطبوعہ 2005ء

7- کتاب الملل والنحل، ص 256، علامہ شہرستانی/مترجم پروفیسر علی محسن صدیقی، ناشر قرطاس گلشن اقبال کراچی، طبع سوم 2010ء

8- حسین بن منصور حلاج، ص 56، مؤلف طاہر منصور فاروقی، ناشر الحمد پبلی کیشنز پرانی انارکلی لاہور، مطبوعہ تاریخ طباعت درج نہیں ہے

Marfat.com

9- دیوان منصور حلاج، ص 49، مترجم مظفر اقبال، ناشر مکتبہ دانیال کراچی، طبع دوم 2000ء

10- کتاب الملل والنحل، ص 228 تا 232، علامہ شہرستانی / مترجم محسن علی صدیقی، ناشر قرطاس، گلشن اقبال کراچی، طبع سوم 2010ء

11- حسین بن منصور حلاج، ص 72، مؤلف طاہر منصور فاروقی، الحمد پبلی کیشنز پرانی انارکلی لاہور، سن اشاعت درج نہیں

12- دیوان منصور حلاج، ص 53 تا 55، مترجم مظفر اقبال، ناشر مکتبہ دانیال کراچی، طبع دوم 2000ء

13- شہیدِ عشق، حسین بن منصور حلاج، ص 584، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2008ء

14- تذکرۃ الاولیاء، ص 318، 319، حضرت شیخ فرید الدین عطار، ناشر مشتاق بک کارنر اُردو بازار لاہور، مطبوعہ مترجم کا نام اور سن طباعت درج نہیں

15- الفہرست، ص 459، محمد بن اسحاق ابن ندیم / مترجم محمد اسحاق بھٹی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، مطبوعہ 2011ء طبع دوم

16- شہیدِ عشق، حسین بن منصور حلاج، ص 35، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2008ء

17- شخصیت وافکار، حسین بن منصور حلاج، ص 63، 64، مرتبہ خورشید نعیم ملک، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 1981ء

18- شہیدِ عشق، حسین بن منصور حلاج، ص 447، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2008ء

19- شہیدِ عشق، حسین بن منصور حلاج، ص 448، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی

Marfat.com

کیشنز لاہور، مطبوعہ 2008ء

20- حیات وکلام، حسین بن منصور حلاج، ص 94، 95، مرتبہ شیما مجید + علامہ جاوید، علم و عرفان پبلشرز اُردو بازار لاہور، مطبوعہ 2004ء

21- المصلوب، ص 44، 45، شاہد مختار، شاہد پبلی کیشنز چوبرجی سنٹر ملتان روڈ لاہور، مطبوعہ 1999ء

22- المصلوب، ص 45، شاہد مختار، شاہد پبلی کیشنز چوبرجی سنٹر ملتان روڈ لاہور، مطبوعہ 1999ء

23- شہیدِ عشق، حسین بن منصور حلاج، ص 27، 28، 29، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2008ء

24- الفہرست، ص 457 تا 459، محمد بن اسحاق ابن ندیم/مترجم محمد اسحاق بھٹی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، مطبوعہ 2011ء طبع دوم

25- حسین بن منصور حلاج، ص 259، 260، مؤلف طاہر منصور فاروقی، الحمد پبلی کیشنز پرانی انارکلی لاہور، مطبوعہ سن اشاعت درج نہیں

26- البدایہ والنہایہ، ص 1، اسماعیل ابن کثیر/مترجم سیّد صغیر حسین شاہ، جلد 11، غیر مطبوعہ (مخصوص باب بمتعلق حلاج)

27- البدایہ والنہایہ، ص 23، اسماعیل ابن کثیر/مترجم سیّد صغیر حسین شاہ، جلد 11، غیر مطبوعہ (مخصوص باب بمتعلق حلاج)

28- البدایہ والنہایہ، ص 8، 9، اسماعیل ابن کثیر/مترجم سیّد صغیر حسین شاہ، جلد 11، غیر مطبوعہ (مخصوص باب بمتعلق حلاج)

29- کچھ شامیں فکر اقبال کے ساتھ، ص 167، سیّد نصیر شاہ، نیاز مانہ پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2011ء

Marfat.com

30- جنید بغداد، ص23، ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر/ مترجم محمد کاظم، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2007ء
31- جنید بغداد، ص94، ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر/ مترجم محمد کاظم، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2007ء
32- شہیدِ عشق، حسین بن منصور حلاج، ص 173، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2008ء
33- جنید بغداد، ص93، ڈاکٹر عبدالقادر حسن/ مترجم محمد کاظم، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2007ء
34- کشف المحجوب، ص228، سیّد علی بن عثمان ہجویری/ مترجم مولانا عبدالرؤف فاروقی، ناشر اسلامی کتب خانہ لاہور، تاریخ طباعت درج نہیں
35- کشف المحجوب، ص229، سیّد علی بن عثمان ہجویری/ مترجم مولانا عبدالرؤف فاروقی، ناشر اسلامی کتب خانہ لاہور، تاریخ طباعت درج نہیں
36- تذکرۃ الاولیاء، ص310، 311، شیخ فریدالدین عطار، ناشر مشتاق بک کارنر اُردو بازار لاہور، مترجم کا نام اور تاریخ طباعت درج نہیں
37- حسین بن منصور حلاج، ص88، لوئی ماسینیوں/ مترجم ڈاکٹر صابر آفاقی، تخلیقات پبلشرز علی پلازہ مزنگ لاہور، مطبوعہ 2005ء
38- شہیدِ عشق، حسین بن منصور حلاج، ص 180، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2008ء
39- المصلوب، ص 72، شاہد مختار، شاہد پبلی کیشنز چوہدری سنٹر ملتان روڈ لاہور، مطبوعہ 1999ء
40- شرح جوامع الکلم، ص527، 528، حضرت سیّد محمد بندہ نواز گیسو دراز، مرتبہ سیّد محمد

Marfat.com

اکبر حسینی/ مترجم کپتان واحد بخش سیال، الفیصل ناشران، مطبوعہ 2010ء

41- افضل الفوائد، ص 78، 79، ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء/ تالیف امیر خسرو، مترجم محمد لطیف ملک، نگارشات پبلشرز لاہور، مطبوعہ 2008ء

42- اقتباس الانوار، ص 575، تالیف حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی/ مترجم کپتان واحد بخش سیال، الفیصل ناشران لاہور، مطبوعہ 2009ء

43- مقابیس المجالس، ص 397، ملفوظات خواجہ غلام فرید، مرتبہ مولوی رُکن الدین/ مترجم کپتان واحد بخش سیال، الفیصل ناشران لاہور، مطبوعہ 2011ء

44- مقابیس المجالس، ص 657، ملفوظات خواجہ غلام فرید، مرتبہ مولوی رُکن الدین/ مترجم کپتان واحد بخش سیال، الفیصل ناشران لاہور، مطبوعہ 2011ء

45- مقابیس المجالس، ص 658، ملفوظات خواجہ غلام فرید، مرتبہ مولوی رُکن الدین/ مترجم کپتان واحد بخش سیال، الفیصل ناشران لاہور، مطبوعہ 2011ء

46- شہیدِ عشق، حسین بن منصور حلاج، ص 397، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2008ء

47- شہیدِ عشق، حسین بن منصور حلاج، ص 415، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، مطبوعہ 2008ء

48- دیوانِ حلاج، ص 118، 119، مترجم مظفر اقبال، مکتبہ دانیال کراچی، مطبوعہ 2000ء طبع دوم

Marfat.com

جب منصور یا کوئی صوفی یہ کہتا ہے (جو وحدت الوجود کے قائل ہیں) کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔ یعنی جو اشیاء کو عین حق تعالیٰ جانتے ہیں۔ اُن کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ اشیاء اللہ رب العزت کے ساتھ ایک ہوگئی ہیں۔ یا یہ کہ تنزیہ (ذات حق تعالیٰ کا صفاتِ نقص یا صفات ممکنات سے پاک ومنزہ ہونا) بدل کر تشبیہ ہوگئی ہے اور واجب ممکن ہوگیا ہے۔ اس لئے یہ سب زندقہ والحاد ہے۔ ہمہ اوست یا وحدت الوجود کے معنی تو یہ ہیں کہ اشیاء نہیں ہیں بلکہ موجود صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ منصور نے جو انا الحق کہا اُس کی بھی یہ مُراد ہرگز نہ تھی جو ہمارے ہاں لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ میں ہی حق ہوں یا رب العزت کے ساتھ متحد ہوں۔ اُن کے قول معنی تو یہ تھے کہ میں ہوں ہی نہیں صرف اللہ تعالیٰ موجود ہیں۔ اس کا سادہ سا مطلب یہ ہے کہ صوفیاء کرام اشیاء کو حق نہیں حق کے ظہورات جانتے و مانتے ہیں۔

صوفیاء کی گفتگو، شاعری اور اقوال وملفوظات میں کفر واسلام یا رندی وخمریات اور عشق وحسن سے متعلق الفاظ و علامات کا استعمال کن معنوں میں ہوتا ہے یہاں مولانا الطاف حسین حالی کی معروف کتاب مقدمہ شعر وشاعری کی ایک سطر پیش کرنا چاہوں گا ''بعض صوفی شاعر جب کفر رندی اور شراب کی باتیں کرتے ہیں تو اُن کا اصل مقصد وہ نہیں ہوتا جو قاری بادی النظر میں لیتا ہے'' مولانا شبلی جیسے اہل نظر کو وحدت الوجود کے باب میں یہ کہتے بنی کہ وحدت الوجود کا مسئلہ اس قدر مشکل ہے کہ اس کی تعبیر سخت مشکل ہے۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی اور غلام یحییٰ نے جو رسائل اس موضوع پر لکھے وہ بھی ہمارے سامنے ہیں مگر ہم اُن کو سمجھنے سے عاجز ہیں۔

فکشن ہاؤس

لاہور • حیدر آباد • کراچی •

e-mail: fictionhouse2004@hotmail.com